ISHAAT ACADEMY

اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ (القرآن)

عقیدۂ توحید اور ردِ شرک

تالیف:

مولانا مفتی محمدؐ ایاز صاحب حفظہ اللہ

اشاعت اکیڈمی
اینڈ پرنٹنگ ایجنسی پشاور
091-2890315

عقیدۂ توحید

و

رَدِّ شرک

ابو معاویہ مولانا مفتی محمد ایاز حفظہ اللہ

العلم پبلیکیشنز محلہ جنگی پشاور
091-2590315

فہرست مضامین

پیش لفظ	94
تقاریظ	96
مقدمہ	98
عقیدہ توحید کی اہمیت	100
توحید کیا ہے	103
اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اور افعال	104
توحید اور انعامات ربانی	110
شرک کی حقیقت	112
مشرک اور شرک کی مثال	113
شرک کی قباحت	116
شرک کی اقسام	119
شرک فی الذات	119
شرک فی العلم	126
شرک فی التصرف	127
شرک فی الدعاء	129
شرک فی العبادات	130
شرک فعلی	132
تحریمات غیر اللہ	132

نذور لغیر اللہ	134
شرک فی البرکات	137
شرک فی التسمیہ	138
شرک فی الحلف	139
نجوم پرستی	140
شرکیہ تعوذ، تار گنڈے اور کڑے وغیرہ	141
انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد	145
الٰہ کا معنی	147
عقائد واعمال مشرکین	150
مشرکین کے بتوں کی حقیقت	155
شفاعت	160
ضمیمہ وجودِ باری تعالیٰ اور توحید باری تعالیٰ	167

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اسلام میں داخل ہونے کے لیے سب سے پہلے عقیدہ توحید پر ایمان اور کفر و شرک سے برأت کرنا ضروری ہے۔ کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ دین کا پہلا رکن ہے اور کلمۂ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اسی کلمے کی تشریح مزید ہے۔ کلمۂ شہادت میں وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تشریح ہے یعنی اللہ کی ذات و صفات اور احکام و افعال میں اُس کا کوئی شریک نہیں، جبکہ کلمہ طیبہ کے دوسرے جزء مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی وضاحت کلمۂ شہادت کے جزو ثانی مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ متعین کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہونے کے باوجود الٰہ نہیں وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عقیدۂ توحید کی دعوت و تبلیغ اور شرک کی تردید و مذمت تمام انبیائے کرام کا مشترکہ مشن اور پروگرام تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے باعث یہ کام بہ حیثیتِ مجموعی تمام امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ تاہم امت کے علماء نے یہ فریضہ بہ طریقِ احسن سر انجام دیا ہے۔ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہؒ، امام ابن تیمیہؒ، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، شاہ اسماعیل دہلویؒ اور مولانا حسین علی واں بھچرویؒ امتِ محمدیہ کے اُن برگزیدہ علماء میں سے تھے جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں توحیدِ خالص کا پرچم بلند رکھا اور مشرکانہ عقائد و اعمال کی تردید کی۔ اس مشن کو حضرت مولانا حسین علیؒ کے شاگردوں نے زندہ رکھا، جن میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ اور شیخ العصر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے تلامذہ و مریدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ "عقیدہ توحید و رد شرک" کے مؤلف "مولانا مفتی محمد ایاز درانی" حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاریؒ کے دست گرفتہ اور مولانا سید محمد حسین نیلویؒ اور مولانا عطاء اللہ

بندیالوی مد ظلہ العالی کے شاگرد رشید ہیں اور عقیدۂ توحید کی دعوت و اشاعت کا خاص ذوق رکھتے ہیں۔ انہوں نے بہت محنت اور عرق ریزی سے زیر نظر رسالہ ترتیب دیا ہے جسے شاہ اسماعیل دہلویؒ کی معروف عالم تصنیف "تقویۃ الایمان" کا تسلسل قرار دینا مناسب معلوم دیتا ہے۔ جناب مؤلف نے اس مختصر رسالے میں توحیدِ خالص کی دعوت و اشاعت اور مشرکانہ عقائد کی تردید اور مذمت پر اپنے حصے کا کام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت قبول فرمائے۔

میاں محمد الیاس

خادمِ توحید و سنت

تقریظ

شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد طیب طاہری مدظلہ العالی

بَعْدَ الْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ کسی انسان کے کردار، گفتار اور چال ڈھال سے معاشرہ پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس کی تحریر بھی بالعموم انہی اثرات کی حامل ہوتی ہے، کیونکہ تحریر و تقریر کسی انسان کے مجموعی کردار کی عکاسی کرتے ہیں اور اس کی اندرونی شخصیت کا اظہار بھی انہی سے ہوتا ہے۔

میں بڑی خوشی سے یہ بات زیب قرطاس کر رہا ہوں کہ اللہ کریم نے ہمارے عزیز مولوی محمد ایاز سلمہ اللہ کو شخصیت اور کردار کے جس سانچے میں ڈھالا ہے، وہ معاشرہ کے لیے بہترین اور مفید اقدار اور رویوں کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بنے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس نوجوان عالم نے اپنی جوانی کا چمن ایمان و عمل اور خدمت دروس قرآن کے پھولوں سے مہکا رکھا ہے اور اس کی یہ تالیف بھی اسی خوشبو کے پھیلنے اور بکھرنے کا ذریعہ بنے گی۔

میں نے اس رسالہ کے بعض مقامات دیکھے ہیں، سادہ زبان میں ٹھوس دلائل کے ساتھ بڑے عمدہ اور مفید مطالب بیان کیے ہیں۔ اللہ کریم اسے امت کے لیے نافع اور مصنف کے لیے ذریعہ آخرت بنادے۔ آمین۔

قارئین سے میری گزارش ہے کہ اس رسالہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچا کر اصلاح عقیدہ اور بیان مسئلہ توحید کے جہاد میں شریک ہوں۔ فجزاکم اللہ خیرا۔

[شیخ القرآن مولانا] محمد طیب عفی عنہ

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ:

یقیناً دین کی خدمت کے لیے اللہ جل جلالہ ہر زمانے میں ایسے نوجوان علماء مصنفین اور مؤلفین کو چن لیتے ہیں جو اپنے قیمتی وقت اور علم سے اللہ کے دین کی ایسی خدمت کر جاتے ہیں جو رہتی دنیا تک یادگار ہوتی ہے۔ میرے بھائی مولانا محمد ایاز صاحب اُنہی خوش قسمت نوجوان سپاہیوں میں سے ہیں جو طالب علمی کے زمانے سے ہی توحید کی خدمت میں مصروف ہیں۔ زیر نظر رسالہ [عقیدہ توحید ورد شرک] اسی زنجیر کی ایک کڑی ہے۔ موصوف نے اس مختصر رسالہ میں انتہائی جامع اور ٹھوس مواد جمع فرمایا ہے۔ بندہ موصوف کو اس خدمت پر داد تحسین پیش کرتا ہے۔ اللہ ان کی سعی کو قبول فرمائے اور ان کے علم میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

[مولانا مفتی] محمد منیر شاکر
صدہ کرم ایجنسی

مقدمہ

[از مولانا سید کفایت بخاری صاحب]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اعلان علمائے ربانی کو امت مرحومہ کی نگرانی اور اصلاح وارشاد کی مسلسل جدوجہد کا ذمہ دار بناتا ہے اور اللہ کا فضل واحسان ہے کہ کسی دور میں بھی علماء حق نے اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلو تہی نہیں کی اور ہمیشہ اپنے آپ کو اس اعزاز کا اہل ثابت کیا ہے۔ انہوں نے امت کے عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے ہر ممکن طریق سے ہر طرح کی کوششوں کی اور اس الٰہی فریضہ کی ادائیگی کی محیر العقول مثالیں قائم کیں۔

ان ربانی علماء کی مساعی اصلاح وارشاد میں اصلاح عقیدہ کی کوشش نمایاں حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اعمال کے صالح اور مقبول ہونے کا دار ومدار عقیدہ کی درستی پر ہے۔ اگر عقیدہ درست ہے تو اللہ کے ہاں اعمال بھی قابل قبول ہیں، لیکن اگر عقیدہ ہی درست نہیں تو بڑے سے بڑا عمل بھی پرِ کاہ کے برابر حیثیت نہیں رکھتا۔ اسلامی عقائد کا سرِ عنوان توحید اور اسکا مقابل شرک ہے۔ تمام آسمانی کتابوں کے نزول اور تمام آسمانی شرائع وملل کی غرض وغایت اور مقصد وحید یہی اثباتِ توحید اور رد شرک ہے۔

یہ بہت بڑا شیطانی جال ہے کہ بیان توحید کا نام شدت اور رد شرک کا نام فرقہ واریت رکھ کر قوم کو مصلحین کی بات تک سننے سے روک دیا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مبلغین توحید کو فتویٰ بازی کے طوفان کا سامنا کرنا پڑا اور دشنام طرازی، بہتان طرازی، سنگباری، آتش زنی اور قتل وغارت کے سمندر عبور کرنا پڑے، لیکن ان مصلحین نے اللہ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ کی انجام دہی میں کسی ڈھیل، سستی اور مداہنت سے کام نہیں لیا۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

زیرِ نظر رسالہ بھی انہی سنہری کاوشوں کا ایک تسلسل ہے جس میں بڑے حسین اور سادہ انداز میں توحید کا مطلب بیان کرتے ہوئے اس کی اہمیت واضح کی گئی ہے اور اس پر دربار الٰہی سے ملنے والے انعامات گنوائے گئے ہیں۔ اس کے بعد شرک کی وضاحت، اس کی اقسام کی تفصیل اور شرک کی قباحت کا تذکرہ ہے۔ جو کچھ لکھا ہے قرآن و حدیث سے لکھا ہے اور جا بجا اکابر امت و فقہائے احناف کے فیصلے پیش کر کے استدلال کی مضبوطی کو آشکارا کیا ہے۔ شرک وہ زہر ہے جو ہر بڑی سے بڑی قربانی اور نیک اعمال کو بھی ضائع کر دیتا ہے، غضبِ الٰہی کے نزول کا ذریعہ بنتا ہے اور آخرت کی مغفرت و رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ شرک دنیا و آخرت کی رسوائی اور رب کے ہاں سے ٹھکرائے جانے کا پروانہ ہے۔ اگر یہ بات کسی دل میں اتر گئی تو ان شاء اللہ اس کے لکھنے کا مقصد ضرور حاصل ہو جائے گا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اپنے حلقہ تعارف میں اس رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کے ذریعہ خدمت توحید کے اعزاز سے مشرف ہوں۔ تقبل اللہ منا و من سائر المسلمین۔

سید کفایت بخاری

تجاوزہ عن ذنبہ الباری

کامرہ کلاں اٹک

۱۱ شعبان ۱۴۲۱ھ

نوٹ

عوام کے اصلاح عقائد کو مدِ نظر رکھ کر علمی و مشکل مباحث کو ارادۃً نظر انداز کر کے سادہ اور آسان انداز اختیار کیا گیا ہے، نیز قرآنی آیات اور احادیث کے لفظی ترجمہ کی بجائے عمومی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

(از مصنف)

عقیدۂ توحید کی اہمیت

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر بہت زیادہ انعامات واحسانات کیے ہیں، لیکن ان تمام انعامات میں سب سے بڑی نعمت سب سے بڑا احسان عقیدۂ توحید پر ایمان ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ توحید کی سمجھ عطا کردے اور شرک سے بیزار ہو کر ایک موحد مسلمان بن جائے، اس سے بڑا فضل و کرم کوئی نہیں۔ اس حقیقت کو قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللَّهِ مِن شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِن فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ۔ [سورۃ یوسف: ۳۸]

میرا ایسی قوم [اہلِ مصر] کے دین سے کوئی تعلق نہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھی، بلکہ میں تو اپنے آباء واجداد ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے دین کا اتباع کرتا ہوں۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنالیں۔ یہ ہم پر اللہ کا خاص فضل وعنایت ہے۔ اور لوگوں پر بھی ہے مگر وہ شکر نہیں کرتے۔

گویا اللہ وحدہ لاشریک پر عقیدۂ توحید کی تمام تر نزاکتوں کے ساتھ ایمان اور شرک سے نفرت و بیزاری اللہ کا خاص فضل وانعام اور لطف و کرم ہے۔ سورۃ محمد کی آیت نمبر: ۱۹ فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے:

وَيُقَالُ فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ فَضْلَهُ كَفَضْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

"اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ توحید [لا الہ الا اللہ] کی فضیلت جیسی کسی دوسری چیز کی فضیلت نہیں ہے"۔

بہر حال توحید اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا فضل واحسان ہے۔ توحید کی یہ فضیلت اس لیے ہے کیونکہ توحید ہی قرآن کا دعویٰ اور خلاصہ ہے۔ قرآن پاک مسئلہ توحید کی وضاحت کرتا ہے اور اسی لیے نازل یا گیا ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اس طرح رقمطراز ہیں کہ: اِنَّ الْقُرْاٰنَ مَا اُنْزِلَ اِلَّا لِتَقْرِیْرِ التَّوْحِیْدِ [مرقات: جلد ۲ ص ۱۶۸]

"بے شک قرآن توحید کی تقریر و بیان ہی کے لیے نازل کیا گیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت یعنی توحید پر ایمان لا کر آخرت میں فلاح حاصل کر سکیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ [الذاریات: ۵۶]

"اور ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت [توحید] ہی کے لیے پیدا کیا ہے"۔

اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"تیری پیدائش توحید ہی کے لیے ہے"۔ [فتح الربانی]

جب توحید انسان کی پیدائش کا مقصد ہے تو اسی بناء پر قرآن انسان کو تمام احکام میں سب سے پہلے عقیدۂ توحید پر ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

[البقرہ: ۲۱]

"اے لوگو! اُس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ"۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اَیْ وَحِّدُوْا رَبَّكُمْ

"رب کی عبادت سے مراد اللہ کی توحید کو ماننا ہے"۔

غرض رب کی توحید کو ماننا سب سے پہلے ہے۔

اسی وجہ سے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

اِنَّ اَوَّلَ مَا یَجِبُ اِظْهَارُهٗ وَلَا یَجُوْزُ كِتْمَانُهٗ اَمْرُ التَّوْحِیْدِ [پ ۲ ص ۱۲۸]

"سب سے پہلے مسئلہ توحید کا اظہار و اعلان واجب اور اُس کا کتمان [چھپانا] ناجائز ہے"
اسی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو سب سے پہلے توحید پر ایمان لانے کی طرف دعوت دیتے تھے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔

فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُّوَحِّدُوا اللهَ تَعَالٰى [مسلم]

"سب سے پہلے ان کو اللہ کی وحدانیت [توحید] کی طرف دعوت دینا"۔
توحید کی اس اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تمام احکامات میں سب سے پہلا مرتبہ مسئلہ توحید کا ہے۔
مختصر یہ کہ عقیدۂ توحید اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، جس کے بغیر کوئی عمل و عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ اگر دین اسلام کو عمارت سے تشبیہ دی جائے تو عقیدۂ توحید اس عمارت کی بنیاد ہے۔ جب کسی عمارت کی بنیاد پائیدار اور مضبوط نہیں ہو گی، عمارت کیسے مستحکم رہ سکتی ہے۔ اسی طرح اگر عقیدہ میں شرک کی آمیزش ہے تو اعمال و عبادات بے فائدہ اور فضول ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا [الفرقان: ۲۳]

"جس شخص میں ایمان [عقیدۂ توحید] نہ ہو اور اعمال کرتا ہو اور اس پر بھروسہ کرتا ہو کہ یہ اعمال اس کے کام آئیں گے تو اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں ہم ان اعمال کو اس طرح بے حقیقت کر کے اڑا دیں گے جس طرح خاک کے ذرات ہوا میں ادھر ادھر اڑ جایا کرتے ہیں کیونکہ وہ اعمال روح ایمان [توحید] سے خالی ہیں"۔
اس لیے قرآن پاک میں جابجا اعمال کے حکم و بیان سے پہلے ایمان یعنی توحید کا حکم و بیان ہوتا ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

[البقرہ: ۸۲]

"اور لوگ جو ایمان لائے ہیں توحید کو مان لیا ہے اور نیک اعمال کرتے ہیں وہی لوگ جنتی ہیں"۔

توحید کیا ہے:

توحید کا معنی و مطلب سمجھنے کے لیے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت تقریباً کافی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

اَلتَّوْحِيْدُ مَصْدَرٌ وَحَّدَ يُوَحِّدُ وَ مَعْنَى وَحَدْتُّ اللهَ اِعْتَقَدْتُّهُ مُنْفَرِدًا بِذَاتِهِ وَصِفَاتِهِ وَلَا نَظِيْرَلَهُ وَلَا شَبِيْهَ [فتح الباری کتاب التوحید]

حاصل یہ ہے کہ انسان یہ حقیقت دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال [کاموں] میں یکتا و یگانہ ہے اور ذات، صفات و افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا نظیر شبیہ و مثل نہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

اَلتَّوْحِيْدُ لَيْسَ فِيْهِ رُؤْيَةُ الضَّرِّ وَالنَّفْعِ مِنْ اَحَدٍ [الفتح الربانی: ۱۹۸]

"توحید یہ ہے کہ انسان کسی بھی مخلوق سے نفع و نقصان کا تصور نہ کرے [کسی سے نفع و نقصان کا عقیدہ نہ رکھے]"۔

یعنی کوئی بھی مخلوق، غیر اللہ، خواہ وہ نوری ہو، ناری ہو یا خاکی، حتیٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام ہوں کسی سے بھی نفع و نقصان کے مالک ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے اور نہ ان کو اللہ کے ذات، صفات و افعال میں شریک بنائے۔ بس یہی توحید ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات صفات اور افعال:

اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال میں واحد، یکتا ہے اور اس کے ساتھ کوئی بھی مخلوق شریک نہیں ہے۔

اللہ خالق ہے۔ پیدا کرنے کی یہ صفت اللہ ہی کی ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ [رعد: ۱۶]

"کہو کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق پیدا کرنے والا ہے"۔

اولاد دینے والا بھی اللہ ہی ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ الذُّكُورَ۔ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًا۔ [شوری: ۴۹]

"اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہے بیٹیاں بخشتا ہے اور جس کو چاہے نارینہ اولاد بخشتا ہے اور جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے بانجھ کر دیتا ہے"۔

زندہ کرنے اور مارنے والا اللہ تعالیٰ ہے:

هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ [یونس: ۵۶]

"وہی اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اسی ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

رازق اللہ ہے۔ یہ صفت بھی اللہ کی ہے:

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

[العنکبوت: ۶۲]

"اللہ تعالیٰ کشادہ کرتا ہے رزق اور تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے اپنے بندوں میں سے"۔

مرض، بیماری سے شفا دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ [شعرا: ۸۰]

"اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو اللہ ہی مجھے شفا دیتا ہے"۔

تمام خیر و شر اور تکلیف و مصیبت دور کرنے والا اللہ ہی ہے:

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ۔ [الانعام: ۶۴]

"کہہ دو کہ تم کو نجات دیتا ہے اس [موجودہ تکلیف] سے اور [آئندہ کی] ہر سختی و تکلیف سے بھی، لیکن پھر بھی تم شرک کرتے ہو"۔

اسی طرح خیر و بھلائی بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے:

وَإِن يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ۔

[یونس: ۱۰۷]

"اور اگر اللہ تجھ کو خیر پہنچانا چاہے تو کوئی پھیرنے والا نہیں اسکے فضل کو"۔

بہر حال ان تمام صفات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی بھی مخلوق نبی، ولی، فرشتہ، جن، پیر و فقیر شریک نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ [الروم: ۴۰]

"اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ پھر روزی دی، پھر تم کو مارے گا اور دوبارہ زندہ کرے گا۔آیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان کاموں میں سے کوئی کام کرے؟ یا اللہ کی ان صفات میں اللہ کے ساتھ شریک ہو؟ نہ نہ ! اللہ پاک ہے شریکوں سے اور بالاتر ہے ان سے جو یہ لوگ شریک بناتے ہیں"۔

اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا، اولاد دینے والا نہیں۔ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ لَن يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ۔ [الحج: ۷۳]

"جن کو تم پکارتے ہو وہ تو ہرگز ایک [معمولی سی] مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سارے جمع ہو جائیں"۔

اللہ کے سوا کوئی اولاد نہیں دے سکتا۔ یہ عقیدہ شرک کا ہے کہ وہ فلاں نبی، ولی، پیر فقیر وغیرہ اولاد بیٹا یا بیٹی دیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ [القصص: ٦٨]

"اور تیرا رب پیدا کرتا ہے اور چن لیتا ہے جسے چاہے، نہیں ہے مخلوق کے اختیار میں پیدا کرنا۔ اللہ پاک ہے اور بالاتر ہے ان سے جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ اس میں شریک بناتے ہیں"۔

اللہ کے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد نہیں تھی تو وہ اللہ ہی سے اولاد مانگتے ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس طرح اپنے رب سے مانگتے ہیں:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ [آل عمران: ٣٨]

"اے میرے رب! مجھے اپنی طرف سے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کر، تو ہی دعا سننے والا ہے"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ۔ [الانبیاء: ٩٠]

"ہم نے اُس کی دعا قبول کی اور اُسے یحییٰ عطا کیا اور اُس کی بیوی کو سلامت کیا۔ یہ سارے نیک کاموں میں سبقت کرنے والے تھے اور یہ ہمیں خوشی اور غمی میں پکارتے تھے اور یہی لوگ ہم سے ڈرنے والے تھے"۔

حضرت زکریا علیہ السلام پیغمبر ہو کر اپنے لیے اولاد کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ اللہ سے مانگتے ہیں تو پھر دوسروں کو دینے یا دلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اسی طرح رزق دینے والا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں:

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللهِ الرِّزْقَ۔ [العنکبوت: ١٧]

"جن لوگوں کی تم عبادت کرتے ہو، پکارتے ہو، اللہ کے سوا وہ تو تمہیں رزق دینے کے مالک نہیں، اختیار نہیں رکھتے، بس رزق تو اللہ تعالیٰ سے مانگو، اللہ کے ہاں ڈھونڈو"۔

تکلیف، مصیبت اور بیماری دور کرنے والا بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں، غیر اللہ کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

[الانعام: ۱۷]

"اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی مصیبت، تکلیف، بیماری یا سختی پہنچائے تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں [کہ اس تکلیف بیماری کو دور کرسکے]"۔

اللہ کے پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام خود بیمار ہو گئے تو اپنی بیماری کو دور کرنے کے لیے، شفا حاصل کرنے کے لیے اللہ کو پکارتے ہیں:

وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ ۖ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ۔

[الانبیاء: ۸۳۔۸۴]

"اور غور کیجیے ایوب علیہ السلام [کے بارے میں] جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے اللہ! مجھے تکلیف، بیماری پہنچ گئی ہے اور تو سب رحم والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، پھر ہم نے اُس کی فریاد کو سن یا، اُس کی دعا قبول کرلی، پس اس نے اس کی تکلیف [بیماری] دور کر دی"۔

جب ایک نبی اپنی تکلیف اور بیماری دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے تو ولی بطریق اولیٰ اللہ کا محتاج ہو گا اور جو خود محتاج ہیں بھلا وہ دوسروں سے کیا تکلیف و مصیبت اور بیماری دور کریں گے۔ اور اولیاء کی انبیاء کے مقابلے میں حیثیت ہی کیا ہے؟

غرق ہونے اور ڈوبنے سے بچانے والا بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ مشرک اور جاہل لوگ کہتے ہیں "بہاؤ الحق بیڑا دھک "اسی طرح" یا معین الدین چشتی لگا دے پار کشتی" اور یوں بھی مشہور ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے بارہ سال کا ڈوبا ہوا بیڑا پار لگا یا دیا تھا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَإِنْ نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ۔ [یٰس: ۴۳]

"اور اگر ہم ان کو غرق کر دیں، دریا میں ڈبو دیں تو کوئی [نبی، ولی، پیر، فقیر] نہیں کہ ان کو بچائے، ان کا بیڑا پار کر دے"۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام دریا میں ڈوب گئے، مچھلی نے نگل لیا، مچھلی کے پیٹ میں ہیں اور خلاصی کا کوئی راستہ نہیں، نہ خود ہی اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔ اس وقت مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے ہیں:

وَذَا النُّوْنِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔

[الانبیاء: ۸۷۔۸۸]

"پس تہہ در تہہ اندھیروں میں انہوں نے پکارا کہ اے اللہ! تیرے سوا میرے لیے بچنے کی کوئی صورت نہیں، تو ہی دریا سے بچانے والا ہے ہم نے اس کی فریاد سن لی اور ہم نے اسے اس [مصیبت] سے نجات دی۔ اسی طرح ہم ہی مومنوں کو نجات دیتے ہیں"۔

پس کوئی اور بچانے والا، بیڑا پار کرنے والا اور ڈوبتی ہوئی کشتی کنارے لگانے والا نہیں۔ مختصر یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی تکالیف و مصائب میں اللہ تعالیٰ کو پکارا ہے اور اسی سے مدد مانگی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۖ وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ۔

[انبیاء: ۹۰]

"یہ تمام انبیاء نیکیوں میں سبقت کرتے تھے اور خوشی ہو یا تکلیف، ہر حال میں ہم [اللہ] ہی کو پکارتے تھے اور ہمارے آگے عاجز تھے"۔

جب انبیاء علیہم السلام کے پاس اپنی تکالیف دور کرنے کا اختیار بھی نہیں تھا تو پھر دوسروں کے مصائب دور کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ انبیاء و اولیاء کرام کا اپنا درجہ و

شان، نبی کو نبوت اور ولی کو ولایت کی حد تک ماننا اور عزت کرنا لازم ہے۔ شریعت نے یہ اجازت کسی کو نہیں دی کہ وہ کسی نبی یا ولی کو اس کے درجے سے بڑھا کر خدائی کے درجے تک پہنچادے، بلکہ حدیث میں آتا ہے۔

اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ۔ [ابوداؤد]

"لوگوں کو اپنا اپنا درجہ دو"۔

یعنی لوگوں کو اپنے درجے و مرتبے سے زیادہ یا کم نہ کرو بلکہ اپنے مرتبے پر رکھو۔

بقول شاعر:

سمجھ میں نکتۂ توحید آتو سکتا ہے ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے۔

یہ تو یہود و نصاریٰ کا شیوہ ہے کہ انھوں نے اپنے انبیا علیہم السلام اور نیک لوگوں کو اپنے مرتبے سے اتنا بڑھایا اور ان کی عزت و شان میں اتنا مبالغہ کیا کہ خدائی کے درجے تک پہنچا کر ان کو حاجت روا سمجھ کر پکارنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس قبیح فعل پر لعن طعن کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔ [بخاری و مسلم]

"اللہ یہود و نصاری پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا، اور جب ان میں کوئی نیک بندہ مر جاتا تو اس پر قبہ بنادیتے تھے"۔

لیکن افسوس آج یہود و نصاریٰ کے یہ مشرکانہ افعال مسلمانوں نے اپنا لیے ہیں۔

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوف سے کہ میری امت یہودیوں کا شیوہ اختیار نہ کرلے، اپنی امت کو متنبہ کرتے ہوئے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰى قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدًا۔ [موطا مالک]

"یا اللہ! میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنایا جسے لوگ پوجنا شروع کر دیں۔ان لوگوں پر اللہ کا سخت غضب اور قہر نازل ہوا جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا"۔

ایک دفعہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار عظمت و عقیدت میں کچھ بے اعتدالی اور لغزش ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا:

لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ عَبْدُاللهِ وَرَسُوْلُهُ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِی الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللهُ [کنز العمال]

"لوگو! تمہیں شیطان گمراہ نہ کر دے، میں عبد اللہ کا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول، مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تم مجھے میرے اس مقام سے بلند کرو جہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے"۔

یہی ہے توحید کا مفہوم کہ ہر ایک کو اپنے اپنے مرتبے و درجے پر رکھ کر ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات، صفات اور اسماء و افعال میں شریک نہ کیا جائے اور صرف اللہ کو واحد لاشریک مانا جائے۔

توحید اور انعامات ربانی:

عقیدۂ توحید پر قلب و نظر کی گہرائیوں سے ایمان لانے کے بہت زیادہ دنیاوی اور اُخروی فوائد ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے:

أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا اللَّهَ ۚ إِنَّنِىْ لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ۔ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهُۥ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ۔ [ھود: ۲۔۳]

"اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت [بندگی] مت کرو اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا ہوں، پس مسئلہ توحید [ایک اللہ کی بندگی اور عبادت] کو مان لو اور اپنے کیے ہوئے جرم [شرک] کی معافی مانگو اور اس کے آگے

توبہ کرو، وہ تم کو ایک وقت مقرر تک [دنیا میں] عمدہ فائدہ دے گا اور ہر فضل والے [صاحب توحید] کو اس کے ایمان کا بدلہ دے گا"۔

وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ [محمد: ۲]

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے [اللہ کی توحید کو مان لیا] اور نیک عمل کرتے رہے اور وہ کتاب [قرآن] جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اسے مانتے رہے جو ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے وہ ان کے گناہوں کو معاف فرمادے گا اور ان کی حالت کو درست کردے گا"۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا۔ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا۔ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا [نوح: ۱۰]

"اپنے پروردگار سے اپنے کیے ہوئے شرک کی معافی مانگو، شرک چھوڑ دو، وہ تو بڑا ہی معاف کرنے والا ہے۔ تم پر آسمان سے بارش برسائے گا، یعنی قحط سالی دور ہو جائے گی۔ اور تمہیں توحید کی خاطر مال و دولت اور بیٹے دے گا، تمہیں باغات عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لیے نہریں بہادے گا"۔

یہ ہیں وہ عقیدہ توحید کے ماننے کے فوائد اور انعامات۔ آج کل جتنی بھی تکالیف اور پریشانیوں کا ہر طرف سے واویلا اور فریاد ہے، قحط سالی، اولاد کی نافرمانی الغرض ہر قسم کی پریشانی ہے تو وجہ یہ ہے کہ آج انسان نے اپنے رب کی توحید کو چھوڑ کر شرک اختیار کر لیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ [روم: ۴۱]

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ انہوں نے جو کام کئے ہیں اللہ ان میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے شاید وہ باز آجائیں۔"۔

ان تمام پریشانیوں اور فساد کا حل اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا ہے، لیکن اگر آج کوئی بندۂ خدا رب کی توحید کو مانتا یا بیان کرتا ہے تو مشرک لوگ منکر اور مخالف ہو جاتے ہیں۔ اور جب توحید بیان ہوتی ہے تو انہیں توحید کا بیان برا لگتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا۔ [بنی اسرائیل: ۴۶]

"اور جب تم اپنے رب کی توحید قرآن سے بیان کرتے ہو تو یہ لوگ [توحید کے منکر] نفرت سے منہ پھیر کر چل دیتے ہیں"۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ۔ [الزمر: ۴۵]

"اور جب اللہ کی توحید، اللہ کی وحدانیت، بیان ہوتی ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دلوں میں نفرت اور کدورت پیدا ہو جاتی ہے اور جب اللہ کے علاوہ اوروں کا ذکر ہوتا ہے [کہ وہ بھی صاحب اختیار ہیں وہ بھی اللہ کے ساتھ ان صفات و افعال میں حصہ دار ہیں] تو اس پر خوش ہوتے ہیں"۔

یہ ہے مشرکین کا حال کہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے متنفر اور مخالف ہیں۔ اور توحید کا بیان ان پر گراں گزرتا ہے۔

شرک کی حقیقت:

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات، اسماء و صفات اور افعال [کاموں] میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے [مخلوق] کو شریک کیا جائے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں:

وَالشِّرْكُ أَنْ يُّثْبِتَ لِغَيْرِ اللهِ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى شَيْئًا مِنْ صِفَاتِهِ الْمُخْتَصَّةِ بِهِ۔ [فوز الکبیر]

"شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں سے کوئی صفت غیر اللہ کے لیے ثابت کی جائے، ان میں مان لی جائے"۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شرک کے معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی کے ٹھہرائے ہیں، وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنا جیسے سجدہ کرنا اس کے نام کا جانور کرنا، اس کی منت ماننا، مشکل کے وقت پکارنا، ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت، تصرف ثابت کرنا، ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ گو کہ اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اس کی مخلوق اور اسی کا بندہ، اس بات میں اولیاء اور انبیاء جن اور شیطان میں، بھوت اور پری میں کچھ فرق نہیں۔ یعنی جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے خواہ پیروں اور شہیدوں سے، خواہ بھوت اور پری سے۔ [مختصر تقویۃ الایمان: ۲۸]

ان عبارات سے یہ بات صاف ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال کو کسی نبی، ولی بزرگ، پیر فقیر، پری بھوت میں ماننا، اللہ کی تعظیم و عبادت اس مخلوق کے واسطے کرنا یعنی رکوع، سجدہ یا طواف کرنا اور اس کے نام پر نذر و نیاز دینا منت ماننا، مشکلات میں غائبانہ پکارنا اور عالم الغیب و متصرف ماننا شرک ہے۔

مشرک اور شرک کی مثال:

مشرک کا عقیدہ کسی ٹھوس بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ من گھڑت اور بے بنیاد ہوتا ہے۔ مگر مشرک اسے ہی اپنی معراج خیال کرتا ہے۔ اسی طرح زندگی بسر کر دیتا ہے اور اسے کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ مشرک کی مثال اللہ نے یوں بیان فرمائی ہے:

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ [العنکبوت: ۴۱]

"جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ حمایتی پکڑے ہیں ان کی مثال تو مکڑی کی سی ہے جو گھر بنا لیتی ہے اور کمزور ترین گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش کہ جان لیں"۔

غور فرمائیں! جس طرح مکڑی اپنے ہی اندر سے لیس دار لعاب نکال کر جالا بناتا

ہے، اسی طرح مشرک بھی اپنے اندر ہی سے خیالات کا تانا بانا بنا کر ایک عقیدہ گھڑ لیتا ہے۔ جس طرح مکڑی اس کمزور ترین گھر میں بیٹھ کر سمجھتی ہے کہ وہ ایک مضبوط ترین قلعے میں رہ رہی ہے، اسی طرح ایک مشرک بھی اپنے من گھڑت خداؤں کے سایے میں بیٹھ کر سمجھتا ہے کہ وہ محفوظ ہے۔ مکڑی کے جالے کے چاروں طرف باریک دھاگے ہوتے ہیں جس سے یہ جالا جکڑا ہوا ہوتا ہے اور اس کا خیال ہوتا ہے کہ اگر کوئی تکلیف آئے یا دشمن مثلاً چھپکلی وغیرہ ایک راستے سے آگئی تو میں دوسرے راستے سے نکل کر بچ جاؤں گا اور اگر دشمن دوسرے راستے سے آجائے تو تیسرے سے چلا جاؤں گا اسی طرح مشرک نے بھی اپنے خیال میں مشکلات اور بلیات سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے مختلف در اور درگاہ "الہ" و معبود مقرر کیے ہوتے ہیں کہ اگر بیماری آجائے تو فلاں درگاہ پر جاؤں گا، اگر اولاد نہ ہو تو فلاں پیر سے مانگوں گا اور اگر مال و دولت کی ضرورت ہو تو فلاں بابا دے گا، لیکن جس طرح ایک مکڑے کا جالا دامن کے ایک جھٹکے یا ہوا کے ایک جھونکے سے نیست و نابود ہو جاتا ہے، اسی طرح تقدیر کا ایک ہی جھٹکا آنے سے مشرک کے من گھڑت عقائد و خیالات کا یہ قلعہ زمین بوس ہو جاتا ہے اور تکلیف و مصیبت کے وقت کوئی الہ و معبود، پیر و فقیر اور بابا کام نہیں آتا۔

ایک دوسری مثال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ۔]الحج: ۷۳، ۷۴[

"اے لوگو! تمہارے لیے ایک مثال بیان کی جاتی ہے، اسے غور سے سنو! اللہ کے علاوہ جس کو بھی تم پکارتے ہو وہ تو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سارے بھی اس کام کے لیے جمع ہو جائیں [بلکہ وہ تو اس قدر بے بس ہیں کہ] اگر ان سے مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ مانگنے والا بڑا ہی کمزور اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بڑا ہی بے بس ہے"۔

مشرک کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اس کا خود ساختہ الہ اولاد دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا یا بیٹی دینا تو بڑی بات ہے، وہ تو ناقص الخلقت مخلوق کو بھی پیدا نہیں کر سکتا، پیدا کرنا تو درکنار اگر یہ مکھی تمہارے کسی خود ساختہ الہ کی درگاہ پر پڑی ہوئی نذر و نیاز، حلوہ و شیرینی سے کچھ اٹھا کر لے جائے تو وہ تمہارا خود ساختہ حاجت روا اولاد دینے والا اس مکھی سے وہ اپنی چھینی ہوئی چیز بھی واپس نہیں لے سکتا، تمہیں اولاد بیٹا بیٹی کیا دے گا۔

صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل

یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے

غیر اللہ کو غائبانہ چیخ وپکار کرنا مثلاً یا علی مدد، یا رسول اللہ، یا شیخ عبد القادر جیلانی، یا معین الدین چشتی، یا پیر بابا، یا غوث الاعظم، یا داتا وغیرہ کہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔ [الرعد: ۱۴]

"اسی کو پکارنا ہی حق ہے۔ جس کو اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی کوئی دعا قبول نہیں کر سکتے۔ [ان کی مثال اس پیاسے کی سی ہے] جو اپنے ہاتھ پانی کی طرف پھیلا رکھے تاکہ وہ اس کے منہ میں آپہنچے۔ کافروں کی دعا گمراہی میں چلی جاتی ہے"۔

یہاں ایک تمثیل سے سمجھایا کہ مشرکین جن معبودان باطلہ کو پکارتے ہیں ان کو پکارنا اور ان سے حاجت پوری کرنے کی استدعا کرنا بالکل بے سود اور رائیگاں ہے۔ غیر اللہ کو پکارنے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک پیاسا کنویں کے کنارے پر کھڑا ہو کر پانی کو ہاتھ سے اشارہ کرکے اپنی طرف بلائے تاکہ پانی خود بخود اس کے منہ میں پہنچ کر اس کی پیاس بجھا دے، بعینہٖ یہی حال مشرک کا ہے۔ جس طرح پانی کو آواز دینا بے فائدہ ہے اسی طرح غیر اللہ [قبر والے] کو حاجات و مشکلات میں پکارنا بے سود ہے۔ جس طرح پانی میں سننے کی صلاحیت نہیں اور نہ اس کی ضرورت و حاجت کا احساس ہے، اسی طرح معبودان باطلہ اور اہل قبور بھی اپنے پکارنے والوں کی پکار اور ان کی حاجات و مصائب سے بے خبر ہیں۔ جس طرح کنویں پر مٹکا اور رسی نہیں ہے اسی

طرح مردے میں حاجت پوری کرنے کی قدرت اور روح والی رسی نہیں ہے۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔ [الحج: ۳۱]

''اور جو شخص [کسی کو] اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اڑا کر پھینک دے''۔

اس مثال کے ذریعہ شرک کی تباہ کاری اور مشرک کی بربادی کا بیان فرمایا کہ مشرک کا حال ایسا ہے جیسے کوئی شخص آسمان سے گر پڑے اور شکاری پرندے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا ہوا اڑا کر اسے کسی بہت گہرے کھڈ میں جا پھینکے جہاں اُس کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

اس تمثیل میں ایمان اور توحید کو آسمان سے اور شرک کرنے کو آسمان سے گرنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور شکاری پرندوں سے شرک کے افکار و خیالات باطلہ اور نفسانی خواہشات مراد ہیں اور ہوا سے مراد شیطان ہے۔ یعنی جو شخص شرک کرکے ایمان اور توحید کے بلند ترین مقام سے خود کو گراتا ہے وہ کسی صورت میں بچ نہیں سکتا۔ باطل امیدیں اور خیالات فاسدہ کے خونخوار پرندے اس کی بوٹیاں نوچ لیں گے اور اس کی عقل و فکر کو اس طرح معطل کر دیں گے کہ وہ سوچنے اور سمجھنے کی توفیق سے محروم ہو جائے گا یا پھر شیطان تیز ہوا کے جھکڑ کی طرح اسے اڑا کر صراط مستقیم یعنی توحید سے کہیں دور لے جا کر پھینک دے گا۔

شرک کی قباحت:

شرک کرنا سب گناہوں اور برائیوں سے بڑا گناہ اور برائی ہے۔ حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔

[لقمان: ۱۳]

''میرے بچے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا ظلم اور گناہ ہے''۔

شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر ایک بندہ شرک سے توبہ کیے بغیر، اور اسے چھوڑے بغیر،

مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کا یہ جرم و گناہ ہر گز معاف نہیں کرتا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيدًا۔ [النساء: ۱۱۶]

"بے شک اللہ شرک معاف نہیں کرتا اور شرک کے سوا معاف کرتا ہے جس کو جو چاہے"

ایک جگہ ارشاد ہے:

إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ۔ [المائدہ: ۷۲]

"بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا [شرک کیا] اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اسکا ٹھکانا جہنم ہے"۔

یعنی جس نے شرک کیا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا وہ کبھی بھی جہنم سے نکل کر جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، اس کا جہنم سے نکلنا ایسا محال [ناممکن] ہے۔

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ۔ [الاعراف: ۴۰]

"جس طرح سوئی کے ناکے میں [دھاگے کی بجائے] اونٹ داخل ہونا محال ہے"۔

شرک عقیدے کا کینسر ہے اور اس کے جراثیم کینسر جیسے خطرناک و زہریلے ہیں۔ جس طرح جسمانی کینسر انسان کو ختم کر کے ہی چھوڑتا ہے اسی طرح یہ روحانی کینسر [شرک] تمام اعمال و عبادات کو کھا کر، حبط کر کے، انسان کو جہنم رسید کر کے چھوڑتا ہے۔ شرک کرنے سے تمام نیک اعمال حبط و ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک عبادت گزار آدمی غیر اللہ کو پکارے، اسے رکوع، سجدہ کرے اس کے نام کی نذر و نیاز مانے تو اس شرک کی وجہ سے اس کے تمام عبادات و اعمال اور نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔

یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ عام انسان تو درکنار بالفرض اگر نبی بھی شرک کریں تو ان کے بھی اعمال اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔ قرآن پاک میں اٹھارہ انبیاء کے نام لے کر باقی تمام انبیاء کا اجمال ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ [الانعام: ۸۸]

"اگر بالفرض [بفرض محال] یہ انبیاء کی بہترین جماعت اگر شرک کرتے توان کے اعمال بھی حبط، ضائع ہو جاتے"۔

اللہ تعالیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خاص خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے میرے محبوب شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ:

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ [الزمر: ۶۵]

"اگر بالفرض تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک کا صدور نا ممکن ہے، کیونکہ وہ توحید ہی کے لیے بھیجے گئے ہیں، لیکن ان آیات میں صرف امت کو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ شرک کرنا بڑا ظلم ہے اور مشرک انسان، خواہ کوئی بھی ہو، کسی بھی مرتبے اور مقام کا مالک ہو اور کسی کی بھی اولاد ہو یا کسی کو بھی ماننے والا ہو، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بخشش خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ اتنا قبیح جرم ہے کہ اے امتیو! تم تو در کنار اگر بالفرض پیغمبروں سے بھی اس کا صدور ہوتا [اگرچہ ہوتا نہیں] توان کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ [مشکوۃ]

"جو شخص مر جائے اور اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا اور جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا"۔

اسی لیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ اَوْ حُرِّقْتَ۔ [مشکوۃ]

"تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تم قتل کر دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ"۔

شرک کی اقسام:

شرک کی قباحت جان لینے کے بعد اس کی اقسام کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے۔ شرک کی اقسام بہت زیادہ ہیں اور ان میں کوئی خاص حصر نہیں۔ اگر بعض کا بعض میں اندراج ملحوظ رکھیں تو اقسام کم ورنہ زیادہ ہوں گی۔

مولانا احمد دین بگوی رحمۃ اللہ علیہ [تلمیذ شاہ اسحٰق دھلوی رحمۃ اللہ علیہ] نے اپنی کتاب "دلیل المشرکین" میں شرک کی مندرجہ ذیل اقسام اور قرآنی آیات سے ان کا رد بیان کیا ہے:

ا۔ شرک فی الذات [اللہ کے ساتھ ذات میں شرک]:

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۔ [النحل: ۵۱]

"اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ دو معبود نہ بناؤ، بے شک معبود وہی ایک ہے پس مجھ ہی سے ڈرتے رہو"۔

۲۔ شرک فی العلم [اللہ کے ساتھ علم میں شرک]:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔
[النمل: ۶۵]

"کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کی باتیں نہیں جانتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب [زندہ کرکے] اٹھائے جائیں گے"۔

۳۔ شرک فی المشیئت: [اللہ کے ساتھ ارادے اور چاہت میں شرک]:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ ۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۔

[الشوریٰ: ۴۹، ۵۰]

"تمام آسمانوں اور زمینوں میں بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے"۔

۴۔ شرک فی التصرف [اختیار میں شرک]:

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ [آل عمران: ۲۶]

"کہو کہ اے اللہ! اے بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہے [دنیا کی] بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے، ہر طرح کی خیر [اور شر] تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے [یعنی یہ تمام اختیار و تصرف صرف تمہارا ہے]"۔

۵۔ شرک فی القدرت [قدرت وطاقت میں شرک]

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ۔ [الانعام: ۶۵]

"کہو کہ وہ اللہ اس بات پر قادر ہے، قدرت رکھتا ہے، کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیج دے یا تمہیں فرقہ فرقہ [جمعیت ختم کر دے] کر دے اور ایک کو دوسرے [سے لڑا کر آپس] کی لڑائی کا مزا چکھا دے"۔

۶۔ شرک فی العبادت [عبادت [بندگی] میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک]:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔

[آل عمران: ۶۴]

"اے پیغمبر! اہل کتاب سے کہہ دو جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان مشترک ہے اس کی طرف آؤ! وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں"۔

۷۔ شرک فی النذر [یعنی اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی نذر و منت ماننا]:

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ۔ [الانعام: ۱۳۷]

"اور یہ [مشرک لوگ] اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں یعنی کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے خیال باطل سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کا اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے"۔

۸۔ شرک فی التسمیہ [اولاد کے نام رکھنے میں شرک جیسے عبدالرسول، حسین بخش پیراں دتہ وغیرہ]

فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔

[الاعراف: ۱۹۰]

"جب اللہ ان کو صحیح و سالم بچہ دیتا ہے تو وہ اس بچے میں، جو وہ انکو دیتا ہے، اس کا شریک مقرر کرتے ہیں [یعنی یہ بچہ فلاں بزرگ نے دے دیا ہے] اور جو وہ شرک کرتے ہیں اللہ کا رتبہ اس سے بلند ہے"۔

۹۔ شرک فی الذبح [ذبح میں شرک]:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ [البقرہ: ۱۷۳]

"بے شک تم پر مرا ہوا جانور، لہو، سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے حرام کر دیا ہے"۔

۱۰۔ شرک فی التاثیر [اثر کرنے میں شرک یعنی اللہ کے سوا کسی اور کو موثر ماننا]

وَإِن يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

[الانعام: ۱۷]

"اور اگر اللہ تم کو کوئی سختی پہنچائے تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر نعمت و راحت عطا کرے [تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں] کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

۱۱۔ شرک فی الاستعانت [مدد مانگنے میں شرک]:

إِن يَنصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ [آل عمران: ۱۶۰]

"اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہی تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے! اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں"۔

۱۲۔ شرک فی النداء [پکار میں شرک]:

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ۔

[یونس: ۱۰۶]

"اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو مت پکارو جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے۔ اگر ایسا کروگے تو ظالموں [مشرکوں] میں سے ہو جاؤ گے"۔

۱۳۔ شرک فی الاخبار [یعنی کاھن اور نجومی وغیرہ کی خبروں کی تصدیق کرنا]:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "تفہیمات الٰہیہ" میں شرک کے چند مصداقات ذکر کیے ہیں، مثلاً!

[۱] فوت شدہ شخصیات کی بندگی کرنا۔

[۲] مریض کی شفایابی کی نسبت حقیقتاً غیر اللہ کی طرف کرنا۔

[۳] بچے کی پیدائش کو کسی اور کی طرف منسوب کرنا۔

[۴] کسی سے [مافوق الاسباب] رزق وغیرہ مانگنا۔

شاہ عبد القادرؒ نے موضح القرآن میں کہا ہے کہ شرک یہ ہے کہ:

[۵] ہمارا بھلا برا کرنا کسی کے اختیار میں ہے۔

[۶] کسی چیز کو سجدہ کرنا۔

[۷] اور مختار جان کر کسی سے حاجت مانگنا۔

اس کے علاوہ شرک کی اقسام پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

نے حجۃ اللہ البالغہ میں شرک کی ایک قسم یہ بتائی ہے کہ:

۸۔ اپنے علماء اور بزرگوں کو اللہ کے سوا اپنا حاکم اور پروردگار بنانا [شرک فی الحکم، یعنی اللہ کے مقابلے میں غیر کی بات اور حکم ماننا]۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ [التوبہ: ۳۱]

"ان لوگوں نے اپنے علماء اور مشائخ [پیروں] کو اللہ کے سوا اپنا رب [حاکم و شارع] بنالیا ہے"۔

مفتی اعظم ہند مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم الاسلام میں

۱۰۔ شرک فی السمع والبصر [کسی پیغمبر یا ولی کو دور و نزدیک سے اللہ تعالیٰ کی طرح دیکھنے اور سننے والا سمجھنا] کو بھی اقسام شرک میں گنوایا ہے۔

ان تمام اشراک اور شرک فی الذات کے علاوہ اور اشراک بھی ہیں: مثلاً

۱۱۔ شرک فی الصفات [اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی کو شرک کرنا]:

یہ شرک پہلی اقسام میں جزوی طور پر گزر چکا ہے۔

اَللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُم مِّنْ شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ [الروم: ۴۰]

"اللہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر اس نے تم کو رزق دیا، پھر وہی تم کو [وقت آنے پر] موت دے گا اور اس کے بعد وہی تم کو زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے [یعنی ان صفات کا کوئی مالک ہے؟] نہیں اللہ پاک اور برتر ہے ان سے جو یہ لوگ شریک بناتے ہیں"۔

۱۲۔ شرک فی الاسماء [اللہ کے ناموں میں شرک۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام کسی مخلوق کو دینا]:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ [الاعراف: ۱۸۰]

"اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اچھے اچھے نام، تو اس کو ان ناموں سے پکارا کرو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی اختیار کریں [یعنی وہ نام دوسروں کے لیے رکھتے ہیں] ان کو چھوڑ دو۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے"۔

۱۳۔ شرک فی الالوہیت [خدائی میں شرک]:

وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا إِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ [المائدہ: ۷۳]

"اور کوئی الٰہ [معبود] نہیں ہے اس یکتا الٰہ کے سوا"۔

۱۴۔ شرک فی الربوبیت [ربوبیت میں شرک]:

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ۔ [الاعمران: ۸۰]

"اور نہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو ارباب [رب] بنالو، بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اسے زیباں ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے"۔

۱۵۔ شرک فی الشرع او التشریع [حکم یا شرع بنانے میں شرک]: اس کے دو اجزاء ہیں:

[الف] شرک فی التحلیل والتحریم:

اللہ کے مقابلے میں اپنی طرف سے حرام و حلال بنانا یعنی کسی شرعی دلیل کے بغیر کے کسی پیر و استاد یا اسلاف و اکابر وغیرہ کی اپنی طرف سے حرام کردہ و حلال کردہ میں تابعداری کرنا، جو اللہ تعالیٰ کے حرام اور حلال کے خلاف ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ نے جو لباس، خوراک، جانور حلال کیے ہیں ان کو حرام سمجھنا کہ استاد یا پیر نے یہ چیزیں منع کی ہیں وغیرہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ [المائدہ: ۸۷]

"[مومنو!] جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو یقین جانو کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

[ب] شرک فی الحکم والقانون:

انسان اللہ کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت کرے اور اللہ کے احکامات و قوانین کو چھوڑ کر غیر یعنی طاغوت کے حکم اور قانون پر عمل پیرا ہو جائے اور اس کو اپنا حقیقی حاکم و فیصلہ کرنے والا مانے جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ [المائدہ: ۴۴]

"اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے، فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں"۔

شاہ عبد القادر دھلوی رحمۃ اللہ علیہ موضح القرآن میں لکھتے ہیں:

"شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے، بلکہ شرک حکم میں ہے کہ اور کا مطیع ہوئے"۔ [موضح القرآن سورۃ الانعام: ۱۲۲]

حاکمیت مطلقہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس میں کسی کو شریک نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح سے قانون بنانے کا حق بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہے تو فیصلہ اور قانون اللہ و رسول کا ماننا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ۔ [یوسف: ۴۰]

"حکم و فیصلہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا"۔

مجدد عصر مولانا حسین علی الوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فہم میں آسانی کی خاطر شرک کی دو بڑی قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ شرک اعتقادی: یعنی عقیدے میں شرک

۲۔ شرک فعلی: یعنی عمل و عادات میں شرک۔

پھر شرک اعتقادی کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ شرک فی العلم ۲۔ شرک فی التصرف

۳۔ شرک فی الدعا ۴۔ شرک فی العبادت

ا۔ شرک فی العلم:

مخلوقات میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح عالم الغیب سمجھنا کہ بغیر اسباب ظاہری کے ہر کسی کے حال سے خبردار، دلوں سے واقف، سننے اور دیکھنے والا ہے، شرک فی العِلم ہے۔ سو اس عقیدے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے، کیونکہ عالم الغیب، حاضر و ناظر، سمیع و بصیر [دیکھنے اور سننے والا] اور علیم بذات الصدور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اُسی کی صفات ہیں۔ ان صفات میں مخلوق کو شریک کرنا شرک ہے۔

جس طرح گمراہ اور جاہل لوگوں کا خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ہمارا پیر یا قبر والا ہر جگہ حاضر و ناظر [موجود] اور امت یا مرید کے حال سے باخبر ہے۔ جبکہ قرآن کا ارشاد ہے:

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ۔ [الانعام: ۵۹]

"اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ نہیں جانتا اس کو اس کے سوا اور کوئی"۔

تمام مخلوق میں کوئی بھی عالم الغیب نہیں۔

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ۔ [النمل: ٦۵]

"کہو [ان لوگوں کو] کہ نہیں جانتے غیب وہ جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا۔ اور ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے"۔

علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ قَالَ اَنَّ اَرْوَاحَ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ۔

[بحر الرائق شرح کنز الد قائق: جلد ۵ ص ۱۲۴]

"جس نے یہ کہا [عقیدہ رکھا] کہ مشائخ [اولیاء وغیرہ] کی ارواح حاضر ہوتی اور جانتی ہیں تو وہ شخص اسی عقیدے سے کافر ہو جاتا ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عالم الغیب نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّى مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ۔ [الانعام: ۵۰]

"[ان لوگوں کو] کہو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں [کہ کسی کو کچھ دے دوں] اور نہ میں غیب جانتا ہوں"۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْكُفْرُ عَلٰى اِعْتِقَادِ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَالِمُ الْغَيْبِ۔ [مرقات جلد ۳ ص ۱۰۰]

"نبی علیہ السلام کو عالم الغیب سمجھنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے"۔

۲۔ شرک فی التصرف:

مخلوقات میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف متصرف فی الامور اور اختیار رکھنے والا، مارنے اور زندہ کرنے والا، اولاد دینے والا، روزی فراخ و تنگ کرنے والا، بیماری اور تکلیف و مصیبت لانے والا، صحت و تندرستی، شفا اور فتح و شکست دینے والا، نفع و نقصان پہنچانے والا اور مرادیں پوری کرنے والا سمجھنا اور کسی بھی دوسرے سے یہ عقیدہ وابستہ کرنا یعنی اللہ جیسا تصرف ثابت کرنا شرک فی التصرف ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے یا اللہ نے ان کو عطا کی ہوئی ہے ہر طرح سے شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُۥ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ۔ [سبا: ۲۲]

"کہو [انکو] کہ بلاؤ اور پکارو، ان کو جنہیں تم [مختار] خیال کرتے ہو اللہ کے سوا، سو وہ مالک نہیں ایک ذرہ برابر کے، نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا معاون ہے"۔

خود وہ انبیاء و صالحین جن کو یہ مشرک متصرف اور مختار سمجھتے ہیں، اقرار کرتے ہیں

کہ ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے، جیسا کہ مشہور بزرگ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جنہیں جاہل لوگ "داتا گنج بخش" [دینے والا اور خزانے عطا کرنے والا] کہتے ہیں، اپنے آپ کو مخاطب کرکے لوگوں کی تعلیم کی غرض سے فرماتے ہیں:

"یا علی! خلق ترا گنج بخش مے گوید حالانکہ یک جبہ در دستِ شما نیست، گنج بخش و رنج بخش او خداوند تعالیٰ است"۔

"اے علی! لوگ تجھ کو گنج بخش کہتے ہیں۔ مگر تیرے پاس کسی کو دینے کے لیے کوڑی بھی نہیں۔ گنج بخش اور رنج بخش صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے"۔

مولانا عبدالحئ رحمۃ اللہ علیہ لکھنوی نے اپنے فتاویٰ اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے "بحر الرائق" میں لوگوں کے تصرف واختیار کے اس غلط عقیدے کو نقل کرکے رد کیا ہے کہ لوگوں کا یہ عقیدہ کہ:

اَنَّ الْمَیِّتَ یَتَصَرَّفُ الْاُمُوْرَ دُوْنَ اللّٰهِ وَاِعْتِقَادُهٗ بِذَالِكَ كُفْرٌ۔

"کہ اللہ کے سوا مردہ معاملات میں تصرف واختیار رکھتا ہے، یہ عقیدہ کفر ہے"۔

اسی طرح علامہ محمد بن احمد بن عبدالہادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَلَا لِمَسِیْحٍ وَلَا لِغَیْرِهٖ مِنَ الْبَشَرِ وَلَا لِاَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ یَمْلِكُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا بَلْ لَّا لِنَفْسِهٖ وَاِنْ كَانَ اَفْضَلُ الْخَلْقِ۔ [الصارم المنکی: ۱۳۲]

" کوئی انسان خواہ مسیح علیہ السلام یا افضل الخلق [محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] ہوں تو اپنے اور نہ کسی دوسرے کے نفع و نقصان کا مالک ہے"۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی متصرف و مختار نہیں۔ قرآن میں ہے:

قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِیرٌ وَّبَشِیرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُونَ۔ [الاعراف: ۱۸۸]

"میرے پیغمبر [ان مشرکین سے] کہو میں تو اپنی جان کے لیے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا۔ [الجن:۲۱]

"میرے پیغمبر ان کو کہو کہ بے شک میں تمہارے لیے بھی ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوں"۔

یہ عقیدہ و نظریہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اولیاء و آئمہ متصرف و مختار ہیں شیعوں کا ہے، جیسا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں بھی بیان کیا ہے۔

۳۔ شرک فی الدعاء:

اللہ کے سوا کسی کو اس عقیدے سے کہ دور و نزدیک سے میری پکار سنتا ہے۔ اُس کو غائبانہ پکارنا اور اس سے مدد مانگنا شرک فی الدعا ہے، مثلاً یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدد، یا علی رضی اللہ عنہ مدد، یا پیر مدد وغیرہ۔ غائبانہ پکار صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔ [مومن:٦٠]

"مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنتا ہوں بیشک جو لوگ تکبر کی بناء پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی پکارنا نہیں چاہیے۔ قرآن کا فرمان ہے:

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ۔

[یونس:۱۰۶]

"اور مت پکارو اللہ کے سوا اس کو جو نہ تمہیں فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ پس اگر تم نے یہ کام کیا [غیر اللہ کو پکارا] تو تم ظالموں یعنی، مشرکوں میں سے ہو جاؤ گے"۔

لیکن آج کل اکثر گمراہ اور جہلاء اس فرمان الٰہی کے برعکس غیر اللہ کو پکارتے ہیں، کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور کبھی کسی ولی کو، کبھی "یا پیر رامدد شے، یا لوئے ځوانه په نیک نظر راور سیګے، اور کبھی یا علی ، یا رسول مدد کن یا معین الدین چشتی" جیسے شرکیہ نعرے لگاتے

رہتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچازاد بھائی ابن عباس رضی اللہ عنہ کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ [ترمذی]

"اور جب سوال کرو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ ہی سے مدد مانگو"۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سَلُوْہُ وَلَا تَسْئَلُوْا غَيْرَهٗ اِسْتَعِيْنُوْا بِهٖ وَلَا تَسْتَعِيْنُوْا بِغَيْرِهٖ تَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ وَلَا تَوَكَّلُوْا عَلٰى غَيْرِهٖ۔ [الفتح الربانی: ۱۱۰]

"سوال کرو اللہ سے کسی اور سے سوال مت کرو، امداد مانگو اللہ سے کسی اور سے مدد مت مانگو اور اس پر توکل [بھروسہ] کرو کسی اور پر بھروسہ مت کرو"۔

شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وحق آنست کہ انکارِ فقہاء عام است از آنکہ استمداد از قبورِ انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشاں ہمہ جائز نیست۔ [مسائل اربعین: مسئلہ ۴۰]

"اور حق یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک انبیاء و غیر انبیاء کی قبور [پر کھڑے ہو کر] مدد مانگنا جائز نہیں اور اس بارے میں فقہاء کا انکار بالکل عام ہے"۔

۴۔ شرک فی العبادات:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے وہ عبادات اور افعال و تعظیم کرنا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لے خاص کر رکھی ہے اور اپنی عبادت کی نشانیاں ٹھہرائی ہیں مثلاً اللہ کے سوا کسی بھی زندہ، مردہ، حجر و شجر اور قبر کے سامنے رکوع سجدہ کرنا، طواف کرنا، تعظیم سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، اس جگہ کے پتھر اور دیوار کو بوسہ دینا، اس سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا، وہاں کے گرد و پیش اور جنگ کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت و گھاس نہ کاٹنا، مویشی نہ چرانا، دور دور سے ثواب کی نیت سے وہاں کا قصد کرنا، اس کے نام پر روزہ رکھنا وغیرہ اور وہاں پر غلاف و پھول چڑھانا، جھارو دینا، روشنی کرنا اور فرش بچھانا وغیرہ ناجائز اور

شرک فی العبادت ہے، کیونکہ یہ تمام افعال اور آداب اللہ اور اللہ کے گھر سے مختص ہیں کسی اور کے لیے کرنے سے شرک ثابت ہوتا ہے اور یہ تمام کام و عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کرنی چاہئیں۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا۔ [النساء ۳۶]

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو [عبادت میں] شریک نہ ٹھہراؤ"۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۚ قُلْ لَّا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ۔ [الانعام: ۵۶]

"میرے پیغمبر ان [مشرکین] سے کہو کہ جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو مجھے اس سے منع کیا گیا ہے"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔

[حم سجدہ: ۳۷]

"سورج اور چاند یعنی مخلوق کو سجدہ مت کرو بلکہ سجدہ صرف اللہ ہی کو کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تم اسی اللہ کے بندے بننا چاہتے ہو"۔

یعنی جو آدمی چاہے کہ میں اللہ ہی کا بندہ بنوں تو سجدہ صرف اسی کو کرے کیونکہ سجدہ کرنا اللہ کا حق ہے کسی بھی مخلوق کو نہ کرے اور مخلوق میں چاند سورج نبی ولی سب برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ [الحج: ۲۹]

"اور صرف اللہ کے گھر کا طواف کریں [کسی دوسرے گھر اور در کا طواف نہ کریں]"۔

حدیث پاک میں آتا ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ [مشکوٰۃ باب القیام]

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے روبرو ادب واحترام سے کھڑے ہوں اس نے اپنے لیے دوزخ میں ٹھکانہ بنالیا"۔

المختصر جو کام وافعال و تعظیم وآداب اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیے ہیں کسی اور کے لیے نہ کیے جائیں، کیونکہ یہ شرک ہے جیسے آج کل مشرک و جاہل لوگ مزاروں پر جا کر وہاں سجدے کرتے ہیں، قبر کے گرد طواف کرتے ہیں اور وہاں کے غلاف پتھر وغیرہ، اپنے جسم سے ملتے اور بوسہ دیتے ہیں۔

شرک فعلی:

اس کی بھی کئی قسمیں ہیں: مثلاً

[۱] تحریمات غیر اللہ [۲] نذور غیر اللہ [۳] شرک فی البرکات

[۱] تحریمات غیر اللہ:

اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو خود سے حرام کر لینا یا سمجھ لینا شرک فی التحریمات ہے، جیسے کھانے، پینے اور پہننے کی رسمیں کہ فلاں کھانا نہ کھائیں، فلاں کھانا صرف مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں یا عورتیں کھائیں مرد نہ کھائیں جیسے بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صحنک جس کو پشتو میں "د بیبانو غونزاخی یا لڈوان وغیرہ" کہتے ہیں اور ساتھ یہ کہ یہ صحنک، لڈو وغیرہ صرف وہ عورتیں کھائیں گی جو شادی شدہ ہوں، مردوں اور غیر شادی شدہ اور نابالغ لڑکیوں پر حرام ہیں۔ اسی طرح فلاں جانور عورتوں کے لیے اور فلاں مردوں کے لیے ہیں جیسا مشرکین مکہ کہتے تھے اور اسی طرح آج کل کے لوگ بھی کہتے ہیں کہ قربانی میں مردوں کو تلی [تورے] کھانے کے لیے نہیں دینا چاہیے کیونکہ پھر جنگ اور لڑائی کے وقت ہاتھ کام نہیں دیتا، اسلحہ نہیں

چلا سکتا، یا مرغ کا سر ان بچوں کو کھانے کے لیے نہیں دینا چاہیے جن کے والد زندہ ہوں، بلکہ یتیم کھا سکتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح یہ کہنا کہ فلاں رنگ کے کپڑے ہمیں راس نہیں ہمیں ان سے نقصان ہوتا ہے، فلاں دن یا فلاں وقت، فلاں کام یعنی کپڑے دھونا، صفائی کرنا، ناخن کاٹنا اور جھاڑو دینا اچھا نہیں یا فلاں مہینے میں نکاح وشادی کرنا اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ تمام تحریمات غیر اللہ ہیں اور ان سے شرک لازم آتا ہے جو چیز اللہ نے حرام و منع نہ کی ہو اور لوگ اسے اپنی طرف سے حرام و منع سمجھیں تو یہ تحریمات غیر اللہ کہلاتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اس طرح کے تحریمات کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَالُوا هٰذِهٖ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ [الانعام: ۱۳۹]

"اور یہ مشرک لوگ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی پیداوار [خوراک کھانا وغیرہ] منع اور حرام ہے، اس کو کوئی نہیں کھائے گا مگر جس کو ہم چاہیں اپنے خیال کے موافق اور بعض جانوروں پر سواری کرنا حرام ہے اور بعض ایسے جانوروں کو ذبح کے وقت ان پر اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ سب اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے [یعنی یہ تمام تحریمات غیر اللہ ہیں]"۔

ارشاد ربانی ہے کہ:

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى أَزْوَاجِنَا ۖ وَإِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ۔ [الانعام: ۱۴۰]

"اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو ان جانوروں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے ہماری عورتوں پر حرام ہے [یا اس کے برعکس یہ عورتیں کھائیں گی مردوں پر حرام ہے]۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام مت بناؤ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ [المائدہ: ۸۷]

"اے ایمان والو! مت حرام ٹھہراؤ پاکیزہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے

لیے حلال کر دی ہیں"۔

بلکہ انہیں کھانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي أَنْتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ۔ [المائدہ: ۸۸]

"اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے اور اللہ سے ڈرو یعنی انہیں حرام مت ٹھہراؤ"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ لباس اور کپڑوں کے بارے میں بھی فرماتے ہیں کہ یہ تو میں نے تمہارے جسم کو ڈھانکنے اور زینت کے لیے پیدا کیے ہیں ان کو حرام و منع کیوں ٹھہراتے ہو۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ [الاعراف: ۳۲]

"کہو [ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی تحلیلات لباس زینت و خوراک کو حرام سمجھا ہے کہ] کس نے حرام کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی زینت [لباس] اور پاک رزق [خوراک] کو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ نہیں، یہ تمام کسی نے بھی حرام نہیں کیے لہٰذا ان کو حلال سمجھ کر استعمال میں لاؤ"۔

[۲] نذور لغیر اللہ:

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی نذر و نیاز اور منت ماننا کہ میرا فلاں کام ہو جائے یا فلاں مشکل ٹل جائے تو میں فلاں قبر والے بابے یا فلاں نبی ولی کے نام کی نذر دونگا، بکرا، دنبہ ذبح کرونگا، فرنی، حلوہ، فلاں چیز دوں گا وغیرہ، یہ سب نذر غیر اللہ اور شرک ہے۔

جب کہ نذر ماننا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لیے کرنی چاہیے۔ اس طرح اگر نذر و نیاز ماننا ہو تو اللہ کے نام کی ماننی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ یہی حکم ہے کہ:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ۔ [الحج: ۲۹]

"اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی منتیں اور نذریں پوری کریں"۔

اللہ کے سوا غیر اللہ کے نام کی نذر کو حرام قرار دے دیا گیا ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ [البقرہ: ۱۷۳]

"بے شک اللہ نے تم پر حرام کیا ہے مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ چیز بھی جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کی جائے"۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِيْحَةً وَقَصَدَ بِذَبْحِهَا اَلتَّقَرُّبَ اِلَى غِيْرِ اللهِ صَارَ مُرْتَدًّا وَ ذَبِيْحَتَهُ ذَبِيْحَةُ مُرْتَدٍّ وَلَوْ ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ [معارف القرآن، نیشاپوری وغیرہ]

"اگر کسی مسلم نے ذبیحہ کو ذبح کیا اور اس سے غیر اللہ کے تقرب کا قصد کیا ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا مذبوحہ مرتد کا مذبوحہ [حرام] ہے اگرچہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو"۔

جس طرح ہمارے عوام آج کل اس شرک میں مبتلا ہیں۔ نبیوں، ولیوں اور مزاروں کے نام کی نذر دیتے ہیں اور کبھی تو وہاں مزار پر ہی ذبح کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی بندہ خدا ان کو سمجھاتا ہے کہ یہ شرک ہے تو پھر اپنے لیے مختلف قسم کے جھوٹے حیلے اور جواز نکالتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ ہم تو ان کو خدا نہیں سمجھتے تو کبھی کہتے ہیں کہ ہم تو ذبح کے وقت اللہ کا نام اس پر لیتے ہیں وغیرہ۔

حالانکہ مذکورہ آیت کے تحت تفسیر عثمانی میں لکھا ہے:

مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ کا یہ مطلب ہے کہ ان جانوروں پر اللہ کے سوا بت وغیرہ کا نام پکارا جائے یعنی اللہ کے سوا کسی بت [ہر وہ ہستی جسے اللہ کے سوا عالم الغیب، حاضر ناظر، سمیع و بصیر، کار مختار، کرتا دھرتا سمجھ کر اُسے پکارا جائے اُس سے مدد چاہی جائے اور اُس کی خوشنودی کے لیے اُس کے نام کی نذر و منت دی جائے بت ہے] یا جن یا کسی روح خبیث یا پیر، پیغمبر کے نام پر نامزد کر کے اور اس جانور کی جان ان کو نذر کر کے ان کے تقرب یا رضا جوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے اور محض ان کی خوشنودی کی غرض سے اس کی جان نکالنی مقصود ہو تو ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے گو بوقت ذبح اُن پر تکبیر پڑھی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو۔

اس کی جان تو غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دی گئی جو عین شرک ہے، جیسے خنزیر اور کتے پر بوقت ذبح تکبیر کہنے سے یہ حلال نہیں ہو جاتے۔ ایسے ہی جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر اور ان کے لیے نامزد کر دی ہو اس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے حلال نہیں ہو جاتا۔

حدیث پاک میں آتا ہے۔

لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ اَیْ لِتَعْظِیْمِ غَیْرِ اللّٰہِ [مسند احمد]

"جس نے غیر اللہ کی تعظیم کے لیے ذبح کیا خدا اس پر لعنت کرے"۔

اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی نذر ماننا شرک و کفر ہے۔

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلنَّذْرُ عِبَادَۃٌ وَالْعِبَادَۃُ لِغَیْرِ اللّٰہِ کُفْرٌ [بحر الرائق]

"نذر چونکہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت کفر ہے"۔

یاد رہے کہ یہ نذر صرف جانور کے ذبح کرنے تک ہی محدود نہیں ہے کہ ذبح کرنا جائز ہو اور اگر کوئی روپے پیسے، کھانا، دیگ، فرنی، کھیر، شمع، تیل، اگر بتی، غلاف وغیرہ نذر مانے تو وہ جائز ہو گا، نہیں ہر گز نہیں۔ نذر میں ذبح کرنا اور دوسری چیز نذر ماننا سب برابر اور شرک و حرام ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار میں ہے:

اِعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنَ الْعَوَامِ وَمَا یُوْخَذُ مِنَ الزَّیْتِ وَالشَّمْعِ وَنَحْوِھَا مِمَّا یُنْقَلُ اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَیْھِمْ فَھُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ۔

"جان لو کہ اکثر عوام جو نذر مردوں کے لیے دیتے ہیں اور جو تیل، چراغ، شمع اور دیگر اشیاء کہ اولیائے کرام کے تقرب کے لیے ان کی قبروں پر لائی جاتی ہیں وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں"۔

[۳] شرک فی البرکات:

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو مال و اولاد کاروبار، رزق اور عمر میں برکات دھندہ [برکت ڈالنے والا] ماننا بھی شرک ہے۔ جس طرح بعض لوگ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں دیتے ہیں یا کسی دوسرے ولی، قبر والے بابے، پیر و فقیر کے نام پر کچھ ضرور دیتے ہیں اور اپنے ذمہ مقرر کیا ہوتا ہے کہ اگر یہ نہ دیں تو پھر شیخ، پیر فقیر خفا اور ناراض ہو جائے گا اور ہم پر مصیبت اور آفت آئے گی، جبکہ دینے سے یہ حضرات ہمارے مال، اولاد، عمر، رزق و کاروبار میں برکت ڈالتے ہیں۔ یا کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام اور بسم اللہ پڑھنے کی بجائے کسی پیر و فقیر، ولی یا نبی کا نام لے کر کام شروع کرنا کہ اس کے نام سے برکت آتی ہے۔ اسی طرح کسی خاص جگہ، قبر، کسی کی چلے کی جگہ وغیرہ کو برکت والا جاننا کہ وہاں جا کر برکت حاصل ہوتی ہے، یہ تمام امور شرک فی البرکات ہے۔ حقیقت میں ہر چیز اور کام میں برکت ڈالنے والا اللہ ہی ہے۔

قرآن کا ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۔ [الملک: ۱]

"برکت والا وہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ساری بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ زمین اور زمین کی تمام اشیاء کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا ۔ [حم سجدہ: ۱۰]

"اللہ نے زمین کے اوپر پہاڑ رکھے ہیں اور اللہ ہی نے اس زمین [ارض ومافی الارض] میں برکت رکھ دی ہے"۔

یعنی تمام اشیاء میں، کاموں میں برکات ڈالنے والا اللہ پاک ہے اور کوئی برکات ڈالنے والا نہیں۔

شرک کی ان دو بڑی اقسام [اعتقادی و فعلی] کے علاوہ اور بھی جزوی قسمیں ہیں جو کہ انہی دو قسموں ہی میں شمار ہوتی ہیں لیکن اہمیت کی بناء پر ان کا الگ سے مختصر بیان ضروری ہے۔

شرک فی التسمیہ:

مخلوق کے لیے وہ نام رکھنا یا وہ نام دینا جو اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں، جیسے کسی کو داتا [دینے والا]، غریب نواز [غریبوں کو نوازنے والا]، گنج بخش [خزانے دینے والا] اور غوث [فریادرس] وغیرہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کے ناموں کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ۔ [النجم: ۲۳]

"صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ دیئے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل [سند] نہیں اتری ہے"۔

اسی طرح اپنی اولاد وغیرہ کا نام نبی بخش [نبی نے بخشا ہے]، محمد بخش، امام بخش، حسین و حسن بخش، پیر بخش، گنگا بخش، عبد النبی، بندہ علی، بندہ حضور، شہنشاہ وغیرہ نام رکھنا یہ تمام شرک فی التسمیہ [نام رکھنے میں شرک] ہے اور شریعت نے ایسے نام رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَيُحْرَمُ مَلِكُ الْأَمْلَاكِ لِاَنَّ ذَالِكَ لَيْسَ لِغَيْرِ اللهِ وَكَذَا عَبْدُ النَّبِي وَعَبْدُ الْكَعْبَةِ اَوِ الدَّارِ اَوْ عَلِى اَوِ الْحَسَنِ لِاِيْهَامِ الشِّرْكِ [شرح منہاج بحوالہ راہ سنت]

"کسی کا شہنشاہ نام رکھنا حرام ہے کیونکہ یہ نام صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسی طرح عبد النبی اور عبد الکعبہ اور عبد الدار اور عبد العلی اور عبد الحسن نام بھی صحیح نہیں کیونکہ ان میں ایہام شرک ہے"۔

ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بدترین ناموں میں سے وہ آدمی ہے جس کا نام شہنشاہ ہو۔

شاہ عبد العزیز دھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"شرک چنانچہ در عبادت و قدرت می شود ہمیں قسم شرک در تسمیہ ہم میشود این قسم بنام نہادن شرک در تسمیہ است ازیں ہم احتراز لازم است"۔ [فتاوی عزیزی]

"جس طرح عبادت و قدرت میں شرک ہوتا ہے اسی طرح شرک تسمیہ [نام رکھنے] میں بھی ہوتا ہے اسی طرح کے نام رکھنا شرک فی التسمیہ ہے اس سے بچنا ضروری ہے"۔

اسی طرح کسی آدمی کے لیے وہ نام رکھنا یا اس نام سے بلانا جو اللہ تعالیٰ کے خاص ناموں میں سے ہو جیسے رحمٰن، صمد، رازق وغیرہ بھی ناجائز ہے، بلکہ عبد الرحمٰن، عبد الصمد اور عبد الرازق وغیرہ پورا نام لینا چاہیے، لیکن دین اور قرآن و سنت سے دوری کی وجہ سے اکثر لوگ اس طرح کے ناجائز و حرام کا عام طور پر ارتکاب کر رہے ہیں۔ حالانکہ رحمٰن اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے جو کسی بھی مخلوق کے لیے جائز نہیں، لیکن لوگ اس جرم عظیم میں بالعموم مبتلا ہیں اور عوام تو درکنار خواص بھی اس کا خیال نہیں رکھتے جیسے پشتو کے مشہور شاعر عبد الرحمٰن بابا کو رحمٰن بابا اور اس طرح رحمٰن بابا کالج، رحمٰن کتب خانہ، رحمٰن میڈیکل سٹور، رحمٰن کمپنی، رحمٰن پراپرٹی اور رحمٰن چوک وغیرہ کے الفاظ بولنے اور لکھنے میں آتے ہیں۔ مفسرین، محدثین و فقہاء نے اس پر بحث کرتے ہوئے رحمٰن کا غیر کے لیے استعمال ناجائز قرار دیا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ اِسْمٌ مُخْتَصٌّ بِاللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَجُوْزُ اَنْ يُّسَمّٰى بِهٖ غَيْرُهٗ۔

[تفسیر قرطبی، معارف القرآن، مفردات، عزیزی وغیرہ]

"رحمٰن اللہ کا خاص نام ہے جس کو غیر کے لیے رکھنا جائز نہیں"۔

شرک فی الحلف:

غیر اللہ کی قسم کھانا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے نام کی قسم کھانا جس طرح جاہل لوگ کرتے ہیں کہ مجھے اپنے باپ کی قسم، ماں کی قسم، اولاد کی قسم، د پیر بابا قول واچوہ، د لوئے ځوان قول مے دے اووھی، د مور پلار پہ سرمے دے قسم وی، رسول یا قرآن مے دے اووھی وغیرہ اور اسی طرح شاعر لوگ کہتے ہیں میرے محبوب کی قسم وغیرہ یہ سب شرک ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک قافلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باپ کی قسم کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو بلند آواز

سے مخاطب کر کے فرمایا:

"سنو! اللہ تمہیں باپوں کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے۔ جسے قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے"۔ [بخاری]

ایک اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ اَشْرَكَ [مشکوٰۃ]

"جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی یقیناً اس نے شرک کیا"۔

نجوم پرستی:

ایک اور شرک جس میں لوگ عام طور پر مبتلا ہیں یہ ہے کہ اکثر لوگ ستاروں پر یقین رکھتے ہیں اور ان میں تاثیرات مانتے ہیں کہ فلاں ستارا جب نکلتا ہے تو فلاں کام ہوتا ہے یا جس شخص کا فلاں ستارا ہو اس کا یہ کام ہو گا، یہ کام نہ ہو گا، وہ بد بخت یا خوش بخت ہے اور اس طرح کی باتیں اخبارات و رسائل میں عموماً آتی ہیں کہ یہ ہفتہ یا مہینہ کیسے رہے گا وغیرہ یا جس طرح عام نجومی اور نجوم پرست جن کے اشتہارات دیواروں اور اخباروں میں ہوتی ہے، غیب کی باتیں کرتے ہیں اور لوگ اس پر یقین رکھتے ہیں، اسی کو نجوم پرستی کہتے ہیں۔ یہ بھی مشرکین مکہ کے اشراک میں سے ایک شرک ہے جس کا قرآن و حدیث میں جا بجا ذکر موجود ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے جس کی روایت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، رات کو بارش ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا!

هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ . قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ. فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا. فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ۔ [بخاری، و مسلم]

کہ جانتے ہو تمہارے رب نے اس وقت کیا کہا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ اللہ اور رسول کو معلوم ہو گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے کہ آج میرے بندوں نے ایسی حالت میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور بعض کافر[منکر] تھے۔ جس نے کہا کہ ہم پر یہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ستاروں کے اثر کا منکر ہوا اور جس نے کہا کہ یہ بارش فلاں ستارے کے [اثر] طلوع اور غروب کی وجہ سے ہوئی ہے اور وہ مجھ سے منکر اور ستاروں پر ایمان [یقین] رکھنے والا ہوا۔

اسی طرح ہاتھ دیکھنا، فال نکالنا، قسمت معلوم کرنا پتھروں [حقیق وغیرہ] میں تاثیر ماننا بھی اس میں شامل ہے جو ناجائز ہے اور اس پر عقیدہ رکھنا شرک وکفر ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے:

مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ [مسلم]

"جو کسی کاھن، نجومی [غیب کی باتیں بتانے والے] کے پاس آیا اور اس سے کسی بات کا پوچھا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی"۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ أَتَى كَاهِنًا، أَوْ عَرَّافًا، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [مسلم]

"جب کوئی شخص کاھن کے پاس آیا اور اس کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کیا یا اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں صحبت کی یا بیوی کو پیچھے سے آیا تو وہ اس کتاب اور دین سے بری[کافر] ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے"۔

شرکیہ تعوذ، تار گنڈے اور کڑے وغیرہ:

بعض لوگ گلے میں مختلف قسم کے تار، دھاگے، گنڈے یا وہ تعویذ جس میں شرکیہ الفاظ ہوتے ہیں، لٹکاتے ہیں بعض لوگوں کے ہاتھوں میں مختلف قسم کے کڑے اور چھلے وغیرہ نظر آتے ہیں۔ یہ تمام شرکیہ اعمال وحرکات ہیں جن سے ایمان میں خرابی آتی ہے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ایک مریض کی عیادت کو گئے اور اس کے بازو پر انہوں نے ایک

دھاگا بندھا ہوا دیکھا تو اس کو کاٹ کر الگ کر دیا اور قرآن کی یہ آیت پڑھی:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ۔ [یوسف: ۱۰۶]

لوگوں کی اکثریت اللہ کو مانتی تو ہے مگر اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بھی ٹھہراتی ہے۔ [ابن کثیر جلد ۲ ص ۴۹۴]

وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مریض سے کہا کہ اگر تو اس حالت میں مر جائے کہ تیرے ہاتھ پر یہ دھاگا بندھا ہوا ہو تو میں تیری نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔

اسی طرح عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ پہننے والے صاحب نے جواب دیا کہ یہ واھنہ [ایک قسم کی بیماری] کی وجہ سے پہنا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رد فرمایا اور کہا یہ بیماری کو اور بڑھائے گا اور اگر تو اسے پہنے ہوئے مر جائے تو کبھی کامیابی [جنت] حاصل نہ کر سکے گا۔ [احمد، ابن حبان]

لیکن افسوس آج امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور انسان جدھر بھی نگاہ اٹھاتا ہے تو ہر طرف کڑے، چھلے، تار، دھاگے اور شرکیہ تعویذ وغیرہ لوگوں کے گلوں، بازوؤں اور ہاتھوں میں نظر آتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ یہ عقیدہ وابستہ ہو کہ اس میں کوئی اثر و کمال ہے وغیرہ تو یہ شرکیہ عقیدہ ہے اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو پھر بھی یہ تار، دھاگے، کڑے وغیرہ کافروں اور سکھوں کے ساتھ مشابہت ہے جو ناجائز اور منع ہے۔ حدیث میں ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ [ابوداؤد]

"جس نے کسی قوم سے مشابہت کی تو وہ اُن میں سے ہوگا"۔

اسی طرح بعض لوگ بچوں کے گلے، ہاتھ یا پاؤں میں چھلے [جسے پشتو میں کنجکہ کہتے ہیں] وغیرہ باندھتے ہیں حالانکہ حدیث میں ہے:

اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ [مشکوٰۃ]

"بے شک [شرکیہ] دم، سیپی [چھلے] اور محبت کا [ناجائز] تعویذ سب شرک ہے"۔

اسی طرح جاہل لوگ بچے کے سرہانے چھری، چاقو وغیرہ اس خیال سے رکھتے ہیں کہ کہیں یہ ڈر نہ جائے، حالانکہ یہ بھی منع ہے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس نومولود بچے لائے جاتے تھے اور وہ ان کے لیے اللہ سے برکت کی دعا کرتی تھیں۔ ایک دن ایک بچہ لایا گیا جب وہ اس کا تکیہ رکھنے لگیں تو اس کے سر کے نیچے انہیں ایک استرا [چھری، چاقو] نظر آیا۔ دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم جنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ استرا لے کر پھینک دیا، اور ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے تھے اور انہیں ان باتوں سے سخت نفرت تھی۔ اسی لیے عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے منع کرتی ہے۔ [الادب المفرد للبخاری]

اس کے ساتھ ساتھ وہ تعویذات بھی منع اور ناجائز بلکہ شرک ہیں، جن میں شرکیہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں، جیسے یا فرعون، یا ابلیس، یا جبریل، یا محمد، یا فاطمہ، یا علی وغیرہ اور بعض تعویذوں میں تو صرف لکیریں یا ہندسے ہوتے ہیں وغیرہ اور دم کرنے کے لیے شرکیہ وظائف پڑھ کر دم کرتے ہیں جس کی ممانعت پہلی حدیث سے ثابت ہوئی کہ اس طرح کا تعویذ شرک ہے۔

بعض لوگ فال کی کتابوں سے فال نکالتے ہیں تو کوئی علم نجوم یا طوطا، مینا کے ذریعے قسمت معلوم کر رہے ہیں حالانکہ حدیث میں آتا ہے:

اَلْعِیَافَۃُ وَالطَّرْقُ وَالطِّیَرَۃُ مِنَ الْجِبْتِ۔ [مشکوٰۃ]

”پرندے سے یا پرندے کے اڑانے سے فال لینا اور اس کی آواز پر فال لینے کے لیے پتھر پھینکنا اور بدشگونی [فال دیکھنا] یہ سب شرک ہے“۔

کوئی جاہل فیروزہ یا دوسرا کوئی پتھر انگوٹھے میں پہن کر اسے مفید اور متبرک سمجھتا ہے اور اپنے رزق میں اضافہ کا امیدوار ہے، جبکہ رزق کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے:

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ [هود: ٦]

”اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ہاں ہے“۔

کوئی تعویذوں کے سہارے جی رہا ہے۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جس سے ایمان و توحید کی مضبوط عمارت کمزور ہوتی ہے اس لیے ان سے بچنا لازمی ہے۔ ہاں وہ دم اور وظائف جو قرآن و حدیث سے صحیح ثابت ہیں یا وہ تعویذ جن میں قرآن کی کوئی سورۃ، آیت یا قرآن و حدیث کی کوئی دعا ہو اور جائز کام کے لیے ہو تو چند شرائط کے ساتھ مشروط ہو کر جائز ہے۔

شرط اول: اس کو موثر حقیقی نہ مانے بلکہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کو مان کر اس کو صرف سبب کی حد تک مانا جائے۔

شرط دوم: اس میں کوئی غیر شرعی لفظ نہ ہو نہ ہی کسی اجنبی زبان کا یا بے معنی لفظ ہو۔

شرط سوم: بیت الخلا کو جاتے وقت اس کو اپنے ساتھ نہ لیا جائے، کیونکہ یہ قرآن و حدیث کی بے حرمتی ہے۔

شرط چہارم: طریقہ استعمال میں کوئی غیر شرعی بات نہ ہو۔

شرط پنجم: جائز مقصد کے لیے ہو۔

الغرض اللہ تعالیٰ کو اپنی ذت، صفات اور اسماء و افعال میں یکتا ماننا توحید ہے اور اس کے ساتھ اس میں کسی دوسرے کو حصہ دار اور شریک ٹھہرانے کو، اور ہر وہ عمل و حرکت جو عقیدہ توحید سے متصادم ہو، اسے شرک کہا جاتا ہے۔ اسی توحیدِ کامل کے بیان اور رد شرک کے

لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کو دنیا میں بھیجا اور انہوں نے سب سے پہلے شرک کا رد کیا اور ساتھ ہی ساتھ مسئلہ توحید خالص بیان کیا اور یہی ان کی متفقہ دعوت تھی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد:

انسانیت کی رہنمائی کے لیے جتنے بھی انبیاء ورسل مبعوث ہوئے ہیں ان تمام کی دعوت اور جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی ہیں ان تمام کا خلاصہ توحید ہی ہے۔ ہر نبی نے سب سے پہلے عقیدہ توحید ہی کی دعوت دی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن میں موجود ہے، انہوں نے اپنی قوم کو تقریباً ساڑھے نو سو سال تک مسئلہ توحید سمجھایا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ [الاعراف: ۵۹]

"ہم نے نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ پس اس نے کہا اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو، کیونکہ اللہ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں"۔

اسی طرح ھود علیہ السلام نے فرمایا:

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ۔

[الاعراف: ٦٥]

"اے میری قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو، کیونکہ تمہارے لیے اللہ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں"۔

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی یہی کہا:

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ۔

[الاعراف: ۷۳]

"اے میری قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو، کیونکہ تمہارے لیے اللہ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں"۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی یہی دعوت دی ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ۔

[الاعراف: ۸۵]

"اے میری قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو، کیونکہ تمہارے لیے اللہ کے سوا اور کوئی الہٰ نہیں"۔

کوہ طور پر نبوت و رسالت عطا کرنے کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہی مسئلہ توحید ارشاد فرمایا تھا:

إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔ [طٰہٰ: ۱۴]

"بے شک میں ہوں اللہ۔ میرے سوا کوئی الہٰ نہیں اور پس تم میری عبادت کرو"۔

مختصر یہ کہ تمام انبیاء کی یہی دعوت اور یہی مسئلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ۔ [الانبیاء: ۲۵]

"[اے پیغمبر] ہم نے اس سے پہلے کوئی بھی رسول نہیں بھیجا جس کو وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی الہٰ نہیں اس لیے میری ہی عبادت کرو"۔

حتیٰ کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی مسئلے کی وحی کی گئی اور اسی مسئلے کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ۔ [الانعام: ۱۹]

"اے پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم! آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ الہٰ تو وہ ایک ہی ہے اور میں تمہارے شرک سے بری الذمہ ہوں"۔

نبی کریم ﷺ نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بزبان قرآن یوں دعوت دی:

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔ [الذاریٰت: ۵۱]

"تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو الہٰ [معبود] نہ بناؤ، میں اس کی طرف سے تمہارے لیے صاف ڈرانے والا ہوں"۔

اپنی ذمہ داری کو مزید پورا کرنے کے لیے قوم قریش کو کوہ صفا پر جمع کیا اور نہیں توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُفْلِحُوْا۔ [مستدرک، احمد]

"اے لوگو! یہ کہو [یہ عقیدہ رکھو] کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو کامیاب ہو جاؤ گے"

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ اصابہ ترجمہ ربیعۃ بن عباد سے قریش مکہ کو صفا کی پہاڑی پر توحید کی دعوت دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔

"اے لوگو! اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو"۔ [سیرت المصطفیٰ جلد ا ص ۱۷۹]

بہر حال تمام انبیاء حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی مسئلہ بیان کیا اور اُنھوں نے غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کرکے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اسے ثابت کیا۔ اس کے لیے "الٰہ" کا معنی سمجھنا ضروری ہے کہ یہ تمام انبیاء کی دعوت کا مرکزی موضوع ہے۔

الٰہ کا معنی:

الٰہ کا معنی تقریباً وہی ہے جو توحید کے معنی و مطلب کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے یعنی جو صفات الوہیت کا مقبل بیان ہو چکی ہیں وہی الٰہ کا معنی ہے اور قرآن میں بھی جہاں لفظ الٰہ آیا ہے تو اکثر اس کے آگے یا پیچھے کچھ صفات الوہیت کا تذکرہ ہے، وہی صفات ہی الٰہ کا معنی ہیں، مثلاً: خالق، رازق، اولاد اور سب کچھ دینے والا، زمین، آسمان اور ان کے مابین کا مالک و مختار، مدبر و متصرف عالم الغیب، نافع و ضار، حاجت روا و مشکل کشا، غائبانہ پکار سننے والا، فریاد رس اور غوث وغیرہ۔

سورۃ محمد کی آیت نمبر ۲۰ کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ الٰہ کا یہی معنی کرتے ہوئے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

اِیْ لَا ضَارٌّ وَلَا نَافِعٌ وَلَا مَانِعٌ وَلَا مُعْطِی وَلَا مُعِزٌّ وَلَا مُذِلٌّ اِلَّا اللّٰہُ

یعنی لا الہ الا اللہ کا معنی یہ ہے کہ نفع و نقصان پہنچانے والا، دینے اور منع کرنے والا، عزت دینے اور ذلیل کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

شیخ عبد القادر جیلانی ''الہ'' کا معنی یوں کرتے ہیں:

كُلُّ مَنْ اِعْتَمَدتَّ فَهُوَ اِلٰهُكَ وَكُلُّ مَنْ خِفْتَهُ وَرَجَوْتَهُ فَهُوَ اِلٰهُكَ وَكُلُّ مَنْ رَءَيْتَهُ فِي ضَرَرٍ وَنَفْعٍ فَهُوَ اِلٰهُكَ۔ [الفتح الربانی: ۵۹]

''ہر وہ جس پر تمہارا اعتماد ہو [کہ وہ دینے اور کرنے بھرنے والا ہے] پس وہ تمہارا الٰہ ہے اور ہر وہ جس سے تم ڈرتے ہو اور امید رکھتے ہو پس وہ تمہارا الٰہ ہے اور ہر وہ جس سے تم نفع و نقصان دیکھتے ہو [کہ مافوق الاسباب اس کے اختیار میں ہے] پس وہ تمہارا الٰہ ہے''۔

تفسیر قرطبیؒ میں ''الہ'' کا معنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اَلْاِلٰهُ كُلُّ مَا يَأْلَهُ اِلَيْهِ النَّاسُ وَيَتَضَرَّعُوْنَ لَدَيْهِ وَيَتَوَجَّهُوْنَ اِلَيْهِ فِي حَوَائِجِهِمْ وَمَشَاكِلِهِمْ وَمَصَائِبِهِمْ وَيَعْتَقِدُوْنَ بِاَنَّ لَهُ سَلْطَةً غَيْبِيَّةً فِي جَلْبِ الْمُنَافِعِ وَدَفْعِ الْمُضَارِعِ اِسْتِقْلَالًا اَوْ وِسَاطَةً وَشِفَاعَةً فِيْمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ النَّاسُ فِي دَائِرَةِ الْاَسْبَابِ الْعَادِيَةِ عِنْدَهُمْ۔ [قرطبیؒ]

''الہ اس کو کہتے ہیں کہ لوگ جس کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور مشکلات میں اس کی طرف توجہ اور فریاد کرتے اور امید رکھتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُس کو اُس کاموں میں جس پر لوگ ظاہری اسباب سے قادر نہیں ہوتے، نفع دینے اور نقصان سے بچانے کے لیے کائنات میں استقلالًا یا واسطۃً یا شفاعۃً تصرف اور اختیار حاصل ہے''۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَاحِدٌ لَا مِنْ طَرِيْقِ الْعَدَدِ وَلٰكِنْ مِنْ طَرِيْقِ اَنَّهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ فِي اُلُوْهِيَّةِ

''اللہ گنتی کے حساب سے ایک نہیں، بلکہ وہ ایک اور تنہا ہے اس لحاظ سے کہ اس کا الوہیت [خدائی] میں کوئی شریک نہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر "الٰہ" کا معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَاحِدٌ فِی اِسْتِحْقَاقِ الْاُلُوْھِیَّۃِ لَاشَرِیْکَ لَہٗ فِی اِسْتِحْقَاقِ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰھًا۔

[فقہ اکبر]

"اللہ تعالیٰ الٰہ ہونے کا تنہا مستحق ہے اور اس استحقاق میں اس کا کوئی شریک نہیں کہ صرف اسی کو الٰہ مانا جائے"۔

بس یہی ہے الٰہ کا معنی، اب اگر کوئی ان صفات الوہیت کو اللہ کے لیے مانے اور ثابت کرے پس اس نے اللہ کو اپنا الٰہ مانا اور سمجھا اور جس نے یہ صفات الوہیت غیر اللہ کے لیے مان لیں کہ فلاں نبی، ولی، پیر، فقیر، جن، فرشتہ بھی نفع و نقصان کا مالک، حاجت روا، مشکل کشا اور کرنے بھرنے والا ہے تو اس نے اسے اپنا الٰہ سمجھا۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور قرطبیؒ کی عبارات کا مطلب بھی یہی ہے کہ کسی میں یہ صفات ماننا اسے اپنا الٰہ بنانے کا مترادف ہے۔

الغرض یہ ہے الٰہ کا معنی جس میں ہمیشہ مشرکین کا اختلاف رہا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم قریش کے سامنے یہی لا الہ الا اللہ یعنی توحید کا مسئلہ بیان کیا کہ الٰہ اللہ کے سوا کوئی نہیں تو انھوں نے اس کے ماننے سے انکار کیا، کیونکہ وہ عرب تھے، وہ الٰہ کا معنی سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ اس کے ماننے سے ہمیں کون کون سے در و دیوار اور الٰہ و معبود چھوڑنے پڑیں گے۔ اس لیے وہ ایک الٰہ کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے اور اس مسئلہ توحید سے اتنا بدکتے تھے کہ جب ان کو کہا جاتا کہ اللہ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں تو وہ کہتے:

أَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ إِلٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ [ص: ۵]

"کیا اس نے سب الٰہوں کا ایک ہی الٰہ کر دیا ہے؟ بے شک یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے!"۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ [صافات: ۳۵]

"جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ اس سے غرور و تکبر کرتے

ہیں یعنی نہیں مانتے"۔

مشرکین مکہ کے کفر و شرک کی یہی وجہ تھی کہ وہ صرف اللہ کو الٰہ نہیں مانتے تھے، بلکہ ساتھ اوروں کو بھی صفاتِ الوہیت میں شریک ٹھہراتے تھے اگرچہ وہ اللہ کو اپنا اور زمین و آسمان کا خالق، مدبر اور رازق مانتے تھے۔

عقائد و اعمال مشرکین:

مشرکین اللہ کو خالق مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ۔ [الزخرف: ۸۷]

"اگر ان سے تم پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے"۔

آسمان و زمین کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ:

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ۔ [الزمر: ۳۸]

"اگر آپ ان [مشرکوں] سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کس نے بنائے ہیں تو ضرور وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے"۔

اسی طرح رزق اور موت و حیات وغیرہ کا مالک بھی اللہ کو مانتے تھے:

قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ۔ [یونس: ۳۱]

"تم ان سے پوچھو کہ کون رزق دیتا ہے تم کو زمین و آسمان سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون ہے زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندے سے نکالنے والا اور کون کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ تو وہ بول اٹھیں گے کہ اللہ"۔

ان عقائد کے علاوہ مشرکین عبادات بھی کرتے تھے، نماز بھی پڑھتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ۔ [الماعون: ۴، ۵]

"ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں"۔

یہ سورۃ مکی ہے اور مکہ میں منافق تھے ہی نہیں، وہاں صرف مومن و مشرک تھے اور مومن مسلمانوں [سابقین اولین] کی نماز تو ایسی نہیں تھی کہ اللہ ویل کے لفظ سے اس کی تردید فرماتے۔ اس لیے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سے مراد وہ مشرکین ہیں کہ جو کسی بھی رنگ میں نماز پڑھتے تھے اور اس میں غفلت کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَكَانَتْ فِيهِمُ الصَّلٰوةُ [حجۃ اللہ البالغہ]

"مشرکینِ عرب میں نماز کا دستور موجود تھا"۔

اسی طرح وہ زکوۃ بھی دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ۔ [الانعام: ۱۳۷]

"اور ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی، فصل اور جانوروں میں سے ایک حصہ، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا حصہ [زکوۃ] ہے"۔

مشرکین مکہ مسجد اور بیت اللہ کی تعمیر بھی کیا کرتے تھے:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِينَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ [التوبہ: ۱۷]

"مشرکوں کا کام نہیں کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں جبکہ اقرار کر رہے ہوں اپنے اوپر کفر کو"

اسی طرح حجاج کے کھانے پینے کا انتظام کرتے اور ان کو پانی پلاتے تھے:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ۔ [التوبہ: ۱۹]

"اے مشرکو! کیا تم حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد الحرام کو آباد کرنے کو اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کے برابر سمجھتے ہو"۔

اس کے علاوہ مشرکین حج بھی کرتے تھے۔ مشرکین اعتکاف میں بیٹھتے، جنابت کا غسل کرتے، ختنہ کرتے، زیر ناف بال بھی صاف کرتے اور آخرت و تقدیر کے بھی قائل تھے۔

[حجۃ اللہ البالغہ]

مردوں کو قبروں میں دفن کرتے، نکاح کا یہ صحیح اور مروج طریقہ بھی ان میں رائج تھا۔

[بخاری]

مختصر یہ کہ اور بھی بہت عبادات بجا لاتے اور اچھی خصلتیں ان میں موجود تھیں جن کی تفصیل احادیث اور علماء کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مشرکین عرب اللہ کو مانتے تھے کہ وہ خالق، رازق اور مدبر ہے، نماز، زکوٰۃ، صدقات، نکاح اور کئی اچھی خصلتیں ان میں موجود تھیں تو پھر وہ کیوں مشرک تھے؟ ان میں کیا خرابی تھی کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشرک کہا؟ اس کی علت وسبب کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ قرآن کی رو سے وہ خرابی اور یہ تھی کہ وہ اللہ کے ماننے اور عبادت کرنے [جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے] کے ساتھ ساتھ اس کی مخلوق کو اس کا حصہ دار اور شریک ٹھہراتے اور اللہ کے ساتھ ساتھ دوسری مخلوق کو بھی الٰہ مانتے تھے اور ان کی عبادت بھی کرتے تھے، کبھی رکوع وسجدہ کی شکل میں تو کبھی طواف اور نذر ونیاز کی صورت میں اور کبھی غائبانہ پکار کی شکل میں جیسے ہمارے زمانے کے مشرک اور جاہل عوام ایک طرف تو اللہ کو خالق اور رازق مانتے ہیں، لیکن دوسری طرف اللہ کی مخلوق انبیاء اور اولیاء کو اللہ کے حصہ دار اور نائب مانتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ اُن کی ارواح کو حاضر ناظر، عالم الغیب، متصرف اور دینے اور لینے والے مانتے ہیں اور ان کو غائبانہ پکارتے ہیں، اُن کی قبروں اور مزاروں پر رکوع وسجدہ کرتے اُن کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں۔ یعنی ایک طرف تو اللہ کو مانتے ہیں، لیکن دوسری طرف شرک بھی کرتے ہیں، کلمہ پڑھنے اور ایمان لانے کے ساتھ ساتھ مشرک بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح کے لوگوں کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ۔ [یوسف: ۱۰۶]

"اکثر لوگ ایمان لانے کے باوجود بھی شرک کرتے ہیں"۔

ایسا ایمان اور عبادت جو شرک کے ساتھ خلط ہوا، س میں غیر اللہ کی عبادت کا

امتزاج ہو اللہ کے ہاں قبول نہیں۔ ایمان وہ قبول ہے جس کا مطالبہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے قوم سے کیا تھا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ۔ [الممتحنہ: ۴]

"اے لوگو! تمہارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں ایک بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہمارا تم سے اور ان سے جن کی تم [اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ] اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، کوئی تعلق نہیں اور ہم تمہارے معبودوں کے قائل بھی نہیں۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔ یہ عداوت اور دشمنی کب تک رہے گی؟ جب تک تم اللہ واحد اور اکیلے پر ایمان نہ لاؤ یعنی جب تک تم خالص توحیدی ایمان نہ لاؤ"۔

اور عبادت بھی اللہ کے ہاں وہ قبول ہے جس میں غیر اللہ کی عبادت کی شرکت نہ ہو، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا۔ [النساء: ۳۶]

"اور اللہ کی ایسی عبادت کرو جس میں کسی کو بھی شریک نہیں کیا جائے"۔

یعنی وہ عبادت قبول نہیں جو انسان اللہ کے لیے بھی کرتا ہو اور اللہ کے سوا غیر اللہ کے لیے بھی کرتا ہو۔

بہر حال دنیا میں ایسے مشرک نہیں گزرے یا اگر ہوں تو غالباً بہت کم ہوئے ہوں گے جن کا عقیدہ یہ ہو کہ دنیا کا پیدا کرنے اور چلانے والا اللہ کے سوا کوئی اور ہے یا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا ساجھی اور شریک پیدا کرنے اور چلانے والا ہے، بلکہ قرآن کی رو سے ان کا شرک یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کا خالق و مالک اور مدبر و منتظر یعنی اس پورے کارخانہ ہستی کو چلانے والا ماننے کے باوجود پھر کہتے ہیں کہ جن ہستیوں انبیاء و اولیاء، جن و ملائک، پیر و فقیر کو ہم پکارتے اور عبادت کرتے ہیں وہ اگرچہ اسی اللہ کے پیدا کیے ہوئے اور اس کے بندے ہیں، لیکن

ان کا اللہ سے ایسا خاص تعلق و تقرب ہے کہ جس کی وجہ سے ان کو کچھ جزوی اختیارات حاصل ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو کسی کو کچھ دے سکتے ہیں یا اُس سے چھین سکتے ہیں، کسی کو امیر اور کسی کو غریب و فقیر بنا سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو کسی کو بیماری، تندرستی، شفا اور اولاد دے سکتے ہیں۔

اسی بناء پر مشرکین عرب بھی اور موجودہ مشرک بھی ان کو راضی اور خوش رکھنے کے لیے ان کی عبادت کرتے، نذریں اور منتیں مانتے، چڑھاوے چڑھاتے، اپنی ضرورتوں اور حاجتوں میں ان کو پکارتے اور مدد مانگتے اور ان کے گرد طواف کرتے تھے۔ قرآن پاک نے ان کے اسی خیال اور طرز عمل کو شرک قرار دیا، لیکن مشرک اپنے اس شرک کو شرک نہیں کہتے۔

مشرکین کی اس حالت شرک کا نقشہ مولانا الطاف حسن حالی نے "مد و جزر اسلام [مسدس حالی]" میں بڑے بہترین انداز سے یوں پیش کیا ہے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جس ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کرے شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جاجاکے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

بنا بریں اکثر قوموں اور ملکوں کے مشرکوں میں یہی شرک رہا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن میں اس شرک کی تردید اور مذمت زیادہ کی گئی ہے۔

وَاتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا۔ [الفرقان: ۳]

"اور ان مشرکوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود بنا لیے ہیں جو کوئی چیز بھی نہیں بنا سکتے اور وہ خود اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور [دوسروں کا کیا ذکر] خود اپنے نفع و نقصان پر بھی انہیں کوئی اختیار نہیں اور نہ اس دنیا کے مرنے جینے پر اور نہ حیات بعد الموت پر انہیں کوئی اختیار ہے [یعنی ان کے قبضہ اور اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے]"۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ۔ [سبا: ۲۲]

"ان مشرکوں سے کہو کہ جن کو تم اللہ کے سوا مالک و مختار سمجھتے ہو، وہ ایک ذرے کے بھی مالک نہیں، نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ اُن میں اُن کا کوئی حصہ ہے اور نہ ہی اُن میں سے کوئی اللہ کا معاون ہے"۔

مشرکین کے بتوں کی حقیقت:

یہاں اگر کسی کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ شاید مشرکین عرب جن کو پوجتے، عبادت کرتے اور پکارتے تھے وہ بت اور پتھر تھے۔ لہٰذا اس بُت پرستی کی وجہ سے وہ مشرک ہوئے ہوں گے اور موجودہ لوگ تو نیک ہستیوں، انبیاء و اولیاء، کو پکارتے اور تعظیم کرتے ہیں۔ اس لیے یہ شرک نہیں ہوگا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری جس نے محض لکڑی، پتھر اور اینٹ کی بے جان مورتیوں کو خدا یا الٰہ بنایا ہو اور اُن کی عبادت کی ہو، بلکہ جب بھی کوئی بت، تصویر یا مجسمہ بنایا گیا تو کسی جاندار مخلوق، بلکہ پیغمبروں، ولیوں اور نیک بندوں کے نام اور

شکل پر ہی بنایا گیا۔ وہ لوگ ان مورتیوں اور بتوں کو اصلی معبود بھی نہیں سمجھتے تھے، ورنہ پھر تو یہ چاہیے تھا کہ مشرکین ہر پتھر کو، جہاں بھی دیکھتے، پوجتے حالانکہ ایسے نہیں تھا۔

بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ایک عام من دو من لکڑی یا پتھر، حاجت روا اور مسجود نہ بن سکے، لیکن جب اس کو کاٹ تراش کر مجسمہ بنا لیں تو پھر وہ سب کچھ کرنے لگے؟

بات اصل میں یہ ہے کہ بغیر تراشے اور مجسمہ بنائے ہوئے پتھر اور لکڑی میں اُس ہستی کی سی آنکھیں، ناک، اور کان وغیرہ نہیں ہوتے مگر جب اس شکل پر صنم بن گیا تو پھر اس کی عبادت و تعظیم شروع ہو گئی۔ اس لیے اصل عقیدت اور محبت لکڑی یا پتھر سے نہیں، بلکہ انسان اور نیک ہستی وغیرہ سے ہے۔ الغرض مشرکین کا یہ مشرکانہ عقیدہ اور مشرکانہ عمل ان بزرگ روحوں اور ان روحانی ہستیوں کے ساتھ تھا جن سے یہ پتھر کے بت منسوب تھے۔

پھر شیطان نے کسی کے ذہن میں یہ ڈالا کہ وہ ہستی تمہیں اس تراشے ہوئے پتھر یا لکڑی کے مجسمے میں ملے گی اور کسی کو قبر میں ملنے کی بات ذہن نشین کرادی تو کسی کو کوئی دوسری چیز میں۔

کسی کو بت پرستی ہے سکھاتا
کسی کو ہے وہ قبروں پر جھکاتا
سمجھائی کافروں کو بت کی تکریم
کرائی پتھروں کی ان سے تعظیم
مسلمانوں کو دیکھا اس سے پر بیم
انہیں قبروں کی ظالم نے تعلیم

سورۃ نوح کی آیت نمبر (۲۳) میں نوح علیہ السلام کی قوم کے جن چند شخصیات یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا ذکر آیا ہے، ان کے متعلق بخاری میں ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے کے نیک اور صالح انسان تھے جن کی پرستش کی جاتی تھی۔ بعض نے کہا

ہے کہ وہ حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادے تھے تو بعض کا قول ہے کہ وہ حضرت شیث علیہ السلام تھے اور باقی چار ان کے بیٹے تھے وغیرہ۔ گویا یہ نوح علیہ السلام کے زمانے کے پانچ پیر تھے جیسے آج کل بھی عموماً ہر علاقہ میں پانچ پیر ہوتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ السَّلَفِ كَانَ هٰؤُلَاءِ قَوْمًا صَالِحِيْنَ فِي قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا مَاتُوْا عَكَفُوْا عَلَى قُبُوْرِهِمْ ثُمَّ صَوَّرُوْا تَمَاثِيْلَهُمْ ثُمَّ طَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَعَبَدُوْهُمْ۔ [اغاثۃ اللھفان]

"اکثر حضرات سلف رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ یہ پانچ حضرات حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے۔ جب وہ وفات پا گئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر مجاوری اختیار کر لی، پھر ان کی تصویریں اور مجسمے بنا لیے پھر جب کافی زمانہ گزر گیا تو ان کی عبادت شروع کر دی"۔

اسی طرح مشرکین عرب بھی جن بتوں کی پرستش کرتے تھے وہ کچھ روحانی ہستیوں کی نشانی یا یادگار سمجھے جاتے تھے اور عبادت دراصل ان روحانی ہستیوں کی کی جاتی تھی اور انہیں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جاتا تھا۔

ان میں سے ایک لات تھا۔ بخاری کے قول کے مطابق یہ ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلاتا تھا۔ اس کے نام پر یہ بت بنایا گیا تھا۔

کاشف ظلام بحوالہ راہ سنت میں ہے کہ

رَجُلٌ يَلِتُّ بِالسَّوِيْقِ بِالطَّائِفِ وَكَانُوْا يَعْكِفُوْنَ عَلٰى قَبْرِهٖ فَجَعَلُوْهُ وَثَنًا

"لات ایک شخص تھا جو طائف میں لوگوں کو پانی میں ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کی قبر پر ہجوم شروع کر دیا حتیٰ کہ اس کو بت ہی بنا ڈالا"۔

ابن کثیر لات کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَلَمَّا مَاتَ عَكَفُوْا عَلٰى قَبْرِهٖ فَعَبَدُوْهُ

"جب اُس [لات کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے اُس کی قبر پر اجتماع شروع کر دیا اور اُس کی عبادت کرنے لگے"۔

اسی طرح ایک دوسرا بت منات بھی انسان تھا۔

ایک بُت ہبل تھا جو اصل میں ہابیل حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا جس کو اپنے بھائی قابیل نے شہید کیا تھا، مشرکین مصیبت کے وقت خاص طور پر جنگ کے موقع پر اسے پکارتے اور اس سے مدد مانگتے تھے [بخاری]۔ اس کا مجسمہ کعبہ میں پڑا ہوا تھا۔

اسی طرح عزیٰ ایک پری تھی جس کی عبادت کی جاتی تھی۔

ان کے علاوہ کعبہ کے تین سو ساٹھ بتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور مریم رضی اللہ عنہا کے مجسمے بھی پڑے تھے۔ ہشام رضی اللہ عنہ بن عاص الاموی سے منقول ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے دمشق میں شاہی تحویل میں پادریوں کے پاس حضرت آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، لوط علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور حضرت محمد علیہم الصلوات والسلام کی تصویریں اور فوٹو دیکھے تھے جب وہ وہاں سفیر اور قاصد بن کر تشریف لے گئے تھے۔

[ابن کثیر]

یہی حال ہندوؤں کے بتوں کا بھی ہے کہ وہ کرشن جی اور رام چندر جی وغیرہ کی مورتی کی پوجا کرتے ہیں تو عبادت اور پوجا اس مورتی کی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ کرشن جی اور رام چندر جی وغیرہ کی شخصیت کی عبادت و احترام مقصود ہوتا ہے اور اُن کا ان بتوں سے جو تعلق بھی ہے وہ اُن کے ان مزعومہ بزرگوں کی عقیدت کی وجہ سے ہے۔ اس حقیقت کا اظہار ان کے اہل فہم و انصاف خود بھی کرتے ہیں کہ ہمیں صرف پیتل، لکڑی اور پتھر کے بے جان مجسموں سے کوئی لگاؤ اور محبت نہیں، بلکہ یہ ہمارے مذہبی اور سیاسی بزرگوں کے نام کے بت ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ صف پتھر کے بُت کو اپنا اصلی معبود نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ بزرگ روحوں اور روحانی ہستیوں کو نفع و ضرر کا مختار اور حاجت روا سمجھتے تھے اوانہی کی دراصل عبادت کرتے اور ان کو پکارتے تھے، جبکہ بتوں کو صرف ان کی نشانی یا ان کی جلوہ گاہ سمجھتے تھے، لیکن افسوس کہ یہی حال آج بہت سے

مسلمان کہلانے والے جاہل تعزیہ پرستوں، قبر پرستوں اور پیر پرستوں کا بھی ہے کہ یہ تعزیہ پرست اس تعزیہ میں کوئی غیبی طاقت نہیں سمجھتے، بلکہ وہ سب کچھ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر کرتے ہیں اور قبر پرست بھی بزرگانِ دین کے متعلق اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی بناء پر ان کی قبروں اور تعزیوں کے سامنے جھکتے، نذریں چڑھاتے اور انہیں غائبانہ پکارتے ہیں۔ غرض یہ بالکل وہی بت پرستوں والی منطق ہے۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ۔ [الاعراف: ۱۹۴]

”جن ہستیوں، [نبیوں، ولیوں] کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ تو تمہاری ہی طرح [ہمارے عاجز] بندے ہیں“۔

چونکہ شیطان کے لیے یہ بہت مشکل تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے والوں کو بتوں کی پرستش کے ذریعے شرک میں مبتلا کر سکیں، کیونکہ اس محاذ پر وہ ایسی شکست کھا چکا تھا کہ اسکا دوبارہ سر اٹھانا تقریباً مشکل تھا اس لیے اس نے طریقہ بدل کر بزرگوں کے بتوں او مجسموں کی بجائے قبروں سے وہی عقیدت شروع کرادی جو پہلے ان کے بتوں اور مجسموں سے وہ بارہا کرا چکا تھا۔

امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں کہ:

اِنَّهُمْ وَضَعُوْا هٰذِهِ الْاَصْنَامِ [تفسیر کبیر]

”یعنی ان مشرکوں نے اصنام اور اوثان اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی صورتوں پر بنائے تھے اور وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جب وہ انکی مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ اکابر اور بزرگ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور اس کی نظیر اس زمانہ میں یہ ہے کہ بہت سے لوگ بزرگوں کی قبروں کی اس عقیدے کے تحت تعظیم کرتے ہیں کہ اس طریقہ سے وہ بزگ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کرتے ہیں“۔

پس شرک کی ابتدا بزرگوں اور اولیاء کی قبروں، ان کی عبادت گاہوں اور نشست و برخاست کی جگہوں سے ہی ہوئی ہے۔اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پرستی سے منع فرماتے ہوئے زوردار الفاظ میں امت کو متنبہ فرمایا کہ یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو کہ

انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور دعا بھی فرمائی:

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ

"اے اللہ میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا"۔

اور یہ سب اس لیے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہیں ایسا نہ کرنے لگے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔ اس ارشاد کے باوجود نااہل امتیوں نے اپنی دنیاوی اغراض اور کاروبار کی خاطر قبور پرستی کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ بقول اقبال: ؎

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن، تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسُودہ، وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
ہو نِکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے
کیا نہ بیچو گے جو مِل جائیں صنَم پتھّر کے

[جواب شکوہ]

شفاعت:

لیکن مشرکین، قبر پرست اور پیر پرست وغیرہ اپنے ان شرکیہ عقائد و اعمال کو صحیح اور جائز ثابت کرنے کے لیے مختلف قسم کے حیلے بہانے کرتے ہیں اور قسم قسم کی قیل و قال سے کام لیتے تھے اور موجودہ مشرک اور جاہل بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے اور نہ ان کو خالق، رازق اور خدا مانتے ہیں، بلکہ یہ تو واسطہ ہیں جو ہمارے کام اور حاجات اللہ کے ہاں پیش کرتے ہیں، ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں۔ ہم انہیں کہتے ہیں اور وہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور اپنی بات اللہ سے منوا لیتے ہیں [نعوذ باللہ] کہ اللہ تعالیٰ ان کی بات کو نہیں ٹالتا، بلکہ مانتا ہے۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سورۃ المومنون کی آیت ۸۸ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافر بھی اس بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر اپنے بتوں کو اسکی جناب میں وکیل سمجھ کر مانتے تھے۔ اسی سے کافر ہو گئے۔ سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی صفت سے متصف سمجھے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابل کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے"۔

[تقویۃ الایمان: ۵۲]

قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ مشرکین کے زعم باطل کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ۔

[یونس: ۱۸]

"اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں"۔

اللہ تعالیٰ اس پر رد کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا۔ [الزمر: ۴۴]

"کہو [ان کو] کہ سفارش کا اختیار تو سارا اللہ ہی کا ہے"۔

یعنی اللہ کے حکم واجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔

شفاعت دو قسم کی ہے:

ایک شفاعت قہری یعنی زور اور بغیر اجازت کے شفاعت اور دوسری شفاعت اذنی یعنی اللہ کی اجازت سے۔

چونکہ مشرکین شفاعت قہری کے قائل ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کر سکتے ہیں، اللہ سے اپنی بات منوا سکتے ہیں [نعوذ باللہ] تو اللہ نے اس خیال باطل کی تردید اس آیت میں کر دی کہ بغیر اجازت کے اور زبردستی کوئی سفارش نہیں کر سکتا۔ باقی رہ گئی شفاعت اذنی تو وہ بھی چند

شرائط سے مشروع ہے:

اول: شفاعت کرنے والے کو اللہ کی طرف سے اجازت ہو۔

مَن ذَا الَّذِی یَشۡفَعُ عِندَہٗۤ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦ۔ [البقرہ: ۲۵۵]

"اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی سفارش نہیں کر سکتا"۔

دوم: جس کے لیے شفاعت کی جائے وہ خود بھی موحد مسلمان ہو، مشرک کافر نہ ہو۔

وَلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ۔ [البقرہ: ۱۲۳]

"اور اس نفس [مشرک] کو سفارش کا فائدہ نہیں ملے گا [کیونکہ وہ مشرک ہو گا]"۔

حدیث میں بھی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شِفَاعَتِی لِمَنۡ لَمۡ یُشۡرِكۡ بِاللهِ شَیۡئًا [ترمذی]

"میری سفارش اس کے لیے ہے جس نے شرک نہ کیا ہو"۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں سفارش کروں گا لیکن

شَفَاعَتِی لِأَهۡلِ الكَبَائِرِ مِن أُمَّتِی [ابوداؤد وابن ماجہ]

"اپنے گنہگار امتیوں کے لیے"۔

سوم: یہ بھی ضروری ہے کہ مشفوع لہ [جس کی سفارش کرنا ہو] کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سفارش کرنے کی اجازت بھی ہو، کہ اگر کوئی اس کے حق میں سفارش کرے تو میں [اللہ تعالیٰ] قبول کروں گا۔

چہارم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکتا، پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت شروع کرینگے پھر باقی انبیاء اور اولیاء، شہداء و علماء وغیرہ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ یَشۡفَعُ فِی الۡجَنَّةِ۔ [مسلم]

"یعنی اول سفارش کرنے والا میں ہوں"۔

اس شرط کی رو سے ابھی تک قیامت قائم نہیں ہوئی نہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

شفاعت شروع کی ہے اور ان مشرک و بدعتی لوگوں نے دنیا میں قیامت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے پہلے ہی اوروں کی سفارش شروع کرادی ہے۔

کبھی کہتے ہیں کہ ہم ان کے نام کی نذر و نیاز، ان کے سامنے رکوع و سجدہ اور تعظیم اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے وسیلے ہیں، وہ اللہ کے ہاں تقرب اور نزدیک ہونے کا ذریعہ ہیں اور ہم گنہگار ہیں، اللہ ہماری نہیں سنتا اور انھوں نے اچھے اعمال کیے ہیں وہ اللہ کے مقرب ہیں ہم ان کے اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ کے ہاں پیش کرتے ہیں اور یہی بات مشرکین بھی کہتے ہیں:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ۔ [الزمر: ۳]

"ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ کے ہاں نزدیک و قریب کرلیں۔ [یہ ہمارے لیے اللہ کے ہاں تقرب کا ذریعہ ہے]"۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک جگہ پر اس بات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ اللہ کے ہاں مقرب ہیں، انھوں نے نیک اعمال کیے ہیں، محنتیں کی ہیں اور ہم گنہگار ہیں تو ہم ان کے اعمال اللہ کے ہاں وسیلہ بناتے ہیں۔

تِلۡكَ أُمَّةٞ قَدۡ خَلَتۡۖ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُم مَّا كَسَبۡتُمۡۖ وَلَا تُسۡـَٔلُونَ عَمَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ۔

[البقرہ: ۱۳۴]

"نہیں بلکہ! یہ تمام انبیاء و صلحاء کا ایک گروہ تھا جو گزر چکا ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ انہیں ملے گا اور تمہیں تو تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھ نہ ہوگی [کہ تمہارے لیے نجات کا ذریعہ بن جائیں، بلکہ تم سے تمہارے اعمال کی پوچھ ہوگی]"۔

حدیث میں بھی آتا ہے:

"جس آدمی کو اپنا عمل نہ بچاسکے، اپنا عمل کام نہ آئے تو اسے اس کے نسب [یعنی نیک آباء و اجداد] کا عمل بچا نہیں سکتا، ان کے نیک اعمال دوسروں کے کام نہیں آسکتے"۔

ہر آدمی کا اپنا عمل ہے۔ انھوں نے عبادتیں کی ہیں تو اپنے لیے نہ کہ ہمارے لیے۔ کبھی

مشرک و بدعتی لوگ غلط مثالیں پیش کرتے ہیں کہ جس طرح لوگ ایک جج کے لیے وکیل پکڑتے ہیں، ایک بادشاہ کے لیے وزیر ہوتا ہے۔ وکیل کے بغیر جج سے اور وزیر کے بغیر بادشاہ سے ملاقات اور اپنی حالت سے آگاہی نہیں کرائی جاسکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وکیل، وزیر اور وسیلے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگ مجھے مخلوق پر قیاس کرتے ہو۔

فَلَا تَضۡرِبُوا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۔ [النحل: ۷۴]

"اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی طرف سے مثالیں بیان مت کرو [کیونکہ] اللہ جانتا ہے اور تم [مخلوق] نہیں جانتے"۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے، ہر کسی کے حال سے باخبر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی وکیل، وزیر و مشیر کی ضرورت نہیں اور جج و بادشاہ چونکہ مخلوق ہیں، عالم الغیب نہیں، کسی کے حال سے باخبر نہیں اس لیے ان کے لیے وکیل و وزیر کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وکیل و وزیر کے ذریعے انہیں اپنا حال احوال پہنچایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوق پر قیاس کرنا حد درجے کی حماقت و ضلالت ہے، کیونکہ وہ تو عالم الغیب ہے، تمام مخلوق کے حال سے خبردار ہے، اسے وکیل وغیرہ کی کیا ضرورت!

اسی طرح یہ خیال بھی باطل ہے کہ ہم گنہگار ہیں اور گنہگاروں کی اللہ نہیں سنتے۔ اس لیے ہم اوروں [فضلاء و صلحاء] کے وسیلے ڈھونڈتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہرگز نہیں۔

وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ۔ [ق: ۱۶]

"میں تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوں"۔

اس لیے پشتو کے مشہور شاعر عبدالرحمٰن بابا کہتے ہیں:

څه حاجت دے چه د بل په در کښې غواړم
په خپل کور کښې هم کنار دے رب ځما

"مجھے کسی کے در پر جانے کی کیا ضرورت ہے جبکہ میرے ہی گھر میں رب میرے قریب ہے"۔

اس لیے اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ [مومن: ٦٠]

"مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں"۔

اس آیت میں گنہگار و غیر گنہگار کا کوئی امتیاز نہیں، بلکہ آیت مطلق ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ شیطان سے کوئی بڑا فاسق، کافر اور گنہگار نہیں ہو سکتا، پھر بھی جب لعنتی ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ:

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ۔ [الحجر: ٣٦۔٣٧]

"کہا شیطان نے اے رب! تو مجھے اس دن کے لیے مہلت دے کر مردے زندہ ہوں"۔ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس تجھ کو مہلت دی گئی [مقررہ وقت تک]"۔

جب شیطان کی دعا قبول ہوتی ہے تو کیا کوئی شخص شیطان سے بھی زیادہ گنہگار ہے کہ اس کی دعا اللہ تعالیٰ نہیں سنے گا اور قبول نہیں کرے گا؟ ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہر کس کی سنتا اور دعا قبول کرتا ہے جب دعا حقیقی اور اپنی شرائط پر پوری ہو۔

ہاں وسیلہ باعمال صالحہ بے شک صحیح ہے کہ ایک انسان اپنے اعمال صالحہ، ایمان اور دوسری نیک خصلتوں کو اللہ کے ہاں وسیلہ بنا کر اس سے دعا مانگے تو یہ جائز ہے، قرآن و سنت اور سلف سے منقول ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ۔ [البقرہ: ١٥٣]

"اے ایمان والو! اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے [وسیلے] سے مدد مانگو"۔

اسی طرح احادیث کثیرہ میں بھی اس طرح کے وسیلہ بالاعمال الصالحہ کا تذکرہ موجود ہے جس کی مثالیں ہم نے خوف طوالت سے چھوڑ دی ہیں۔ شفاعت اور وسیلہ کی تفصیل بندہ کے رسالہ "شفاعت اور وسیلے کی حقیقت" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ تو ہم نے اپنی قاصر فہم کے مطابق قرآن، و حدیث اور اقوال علماء کرام سے چند مختصر باتیں توحید ورد شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مشائخ کی تعلیم سے آپ کے سامنے

عرض کی ہیں، لیکن یہ مسئلہ تفصیلاً سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل کتب دیکھی جا سکتی ہیں۔

البصائر للمتوسلین باھل المبقابر	شیخ المشائخ مولانا محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ
تقویۃ الایمان	مجاہد امام شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ
دعوۃ الحق	شیخ التفسیر مولانا محمد امیر بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ
گلدستہ توحید	مولانا سرفراز خان صفدر صاحب

بہر حال شرک کا یہ مرض بہت مہلک ہے جس سے انسان کے تمام اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا مستحق بن جاتا ہے، لیکن آج کل ہمارے کلمہ گو بھی اس مہلک مرض [شرک] میں مبتلا ہو کر توحید اور اپنے عقیدے سے بے خبر ہیں۔ اس لیے دین کے اس بنیادی مسئلہ [بیانِ توحید و رد شرک] جو تمام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا مشترکہ مسئلہ ہے، کی اشاعت و تبلیغ کے لیے ہر مؤحد، سمجھدار اور پیغمبری مشن کے پھیلانے کا درد رکھنے والا مسلمان توحید و سنت کی اشاعت کے لیے میدان میں نکلے اور قوم کی اصلاح میں اپنی صلاحیت کے مطابق مساعی کھپا کر اپنا فریضہ ادا کرے۔

یہ کچھ مختصر سا نالہ و فریاد ہے جو میں نے خیر خواہی کی نیت سے اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے رکھ دیا۔ اب عقل مند ٹھنڈے دل و دماغ سے اس کو پڑھنے کے بعد قبول کریں۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں — آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ
عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ تو ہو چکی — اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

[اقبال]

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری مسلمان قوم کو توحید کی سمجھ، اس پر استقامت اور اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرما کر شرک کی اس خطرناک دلدل سے بچائے رکھے۔ آمین

تمت بالخیر

بندہ محمد ایاز

بدھ بعد ظہر ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ، ۶ مئی ۱۹۹۸ء

ضمیمہ وجودِ باری تعالیٰ اور توحیدِ باری تعالیٰ

وجود باری تعالیٰ:

انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس طرح ایمان لانا کہ ایک ایسی ذات جو اس تمام کائنات اور سارے عالم کا پیدا کرنے والا ہے، وہ اس کارخانۂ قدرت کا اکیلا صانع ہے جو ازلی اور ابدی ہے جس کے بغیر کسی چیز کا وجود ناممکن ہے ایک ضروری امر ہے، کیونکہ جب کوئی سلیم العقل انسان کسی بنی ہوئی چیز کو دیکھتا ہے تو اسکا ذہن اس چیز کے بنانے والے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مکان کو دیکھ کر معمار کا اور مشین کو دیکھ کر موجد کا تصور ذہن میں آتا ہے، کیونکہ ہم یہ نہیں سوچ سکتے کہ کوئی مکان یا مشینری بغیر معمار و موجد کے بن سکتی ہے۔ بس اسی طرح کائنات پر غور کرنے سے ضرور اسکے بنانے والے کا خیال آئے گا کیونکہ عقل سلیم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اتنا بڑا منظّم اور مربوط نظام کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود وجود میں آگیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے وجود پر بے شمار عقلی اور قرآنی دلائل موجود ہیں جو اکثر دیئے جاتے ہیں لیکن ہم یہاں پر ایک نئے اسلوب وجود باری تعالیٰ پر بحث کریں گے۔ وہ لوگ جو وجود باری تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو اس کے منکر ہیں، ان دونوں کی حیثیت کا الگ الگ جائزہ لیا جائے تو بات خود بخود کھل جائے گی۔

- وہ برگزیدہ اشخاص جنھوں نے انسانیت کو وجودِ باری تعالیٰ کی طرف دعوت دی، نبوت کا دعویٰ لے کر آئے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی، انتہائی قُرب، نامہ وپیام اور مناجاتِ حقیقی کا شرف حاصل کیا ہے۔ اور یہ بات وہ کسی اندازے اور ظن و تخمین کی بنیاد پر نہیں کہتے بلکہ ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بنیاد پر کہتے ہیں جو غیر متزلزل یقین وایمان کے حامل ہیں۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو وجودِ الٰہی کے منکر ہیں، ان کے پاس اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ ان کے پاس عقل کے علاوہ کوئی اور یقینی ذریعہ علم بھی نہیں ہے۔ وہ ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں، جو بات سمجھ میں آجاتی ہے اُسے مان لیتے ہیں، جو سمجھ میں نہیں آتی ماننے

سے انکار کر دیتے ہیں۔ ان کے افکار انہیں زیادہ سے زیادہ ظن و تخمین تک لے جاتے ہیں، انہیں خود بھی اپنے افکار پر غیر متزلزل یقین حاصل نہیں ہوتا۔

- وجودِ باری تعالیٰ کے قائل پیامبر مختلف زمانوں اور جگہوں میں بھیجے گئے ہیں۔ کوئی عرب میں، کوئی مصر میں، کوئی ہزار سال پہلے، کوئی ہزار سال بعد، لیکن سب لوگ اپنے دعوے میں یک زبان ہیں، ان کی تعلیمات بھی بنیادی طور پر ایک جیسی ہیں گویا کہ وہ سب ایک ہی ذریعہ تعلیم سے مستفید ہو کر آئے ہیں۔اس کے بر عکس منکرینِ وجودِ باری تعالیٰ کے خیالات ہمیشہ سے مختلف رہے ہیں۔ خواہ وہ ایک ہی علاقے سے تعلق رکھنے والے ہوں یا دور دراز آباد ہوں، چاہے ایک ہی زمانہ میں ہوں یا کچھ پہلے اور کچھ بعد میں ہوں سب کے نظریات باہم مختلف ہیں ۔ اُن کا آپس میں کوئی اتفاق نہیں۔
- حضراتِ انبیاء علیہم السلام نے اپنے مؤقف میں زندگی بھر کے لیے کبھی تغیر و تبدل کی ضرورت محسوس نہیں کی۔اس کے بر عکس منکرینِ وجودِ باری تعالیٰ کو مختلف مسائل میں اپنی پہلی رائے کو مسترد کرتے ہوئے دوسرے مؤقف پر پایا گیا ہے۔ ان کے اکثر مفکرین کا حال یہ ہے کہ کل تک جس نظریہ کو پورے زور شور کے ساتھ پیش کرتے رہے اور کچھ عرصہ بعد اپنے ہی نظریئے کی تردید کرکے ایک نیا شگوفہ گھڑ لیتے ہیں۔
- داعیانِ وجودِ باری تعالیٰ [انبیاء علیہم السلام] اپنے کردار یعنی راستبازی، امانت، صداقت، حسنِ خلق ہر چیز میں اپنے معاشرے کے ممتاز ترین انسان تھے، جس بات کی تعلیم دیتے تھے پہلے خود اس کا عملی مظاہرہ کرتے تھے۔اس کے بر عکس منکرینِ وجودِ باری تعالیٰ کے کردار اور تعلیمات میں کھلا تضاد پایا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہی ہوا ہے کہ جن نظریات کا پرچار انھوں نے کیا وہ خود اس پر عمل نہیں کرسکے۔
- داعیانِ وجودِ باری تعالیٰ [انبیاء علیہم السلام] نے اپنی زندگی میں بے پناہ تکالیف کا سامنا

کرنے کے باوجود دنیا میں اپنے ہمسایوں اور رشتہ داروں کے درمیان انتہائی مطمئن اور کامیاب زندگی گزاری ہے۔ اس کے بر عکس منکرینِ وجودِ باری تعالیٰ تمام دُنیوی آسائشوں کو حاصل کرنے کے باوجود بھی انتہائی پریشان حال اور ناکام نظر آتے ہیں۔ ان میں بہت سے مفکرین ایسے ہیں جنھوں نے دنیا سے تنگ آکر خود کشی کرڈالی۔

- انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تاریخِ انسانیت یہ متفقہ فیصلہ سناتی ہے کہ سب سے زیادہ انھوں نے ہی انسانیت کو متاثر کیا ہے اور تمام اسلامی انقلابات انہیں کی بدولت آئے۔اس کے بر عکس انسانیت نے منکرینِ وجودِ باری تعالیٰ کی تعلیمات سے کوئی گہرا اثر نہیں لیااور نہ وہ کسی اہم اصلاحی انقلاب کا باعث ہوئے ہیں۔

اب اگر ان تمام نکات کو سامنے رکھا جائے تو عقلِ سلیم بلا جھجک داعیانِ وجودِ باری تعالیٰ یعنی انبیاء علیہم السلام کے حق ہی میں فیصلہ کرے گی۔ سیدھی سی بات ہے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اتنے عاقل، پاک سیرت اور صادق القول آدمیوں نے متفق ہو کر آج تک کسی دوسرے نظریئے کی تائید اتنی قوت اور یقین وایمان کے ساتھ نہیں کی ہے۔

مزید برآں یہ کہ ایسے پاکیزہ سیرت اور اتنے کثیر التعداد لوگوں کا مختلف زمانوں اور مختلف مقامات میں اس دعوے پر متفق ہو جانا کہ ان سب کے پاس ایک غیر معمولی ذریعہ علم ہے اور وہ ہے وحی یعنی اللہ تعالیٰ سے براہِ راست نامہ وپیام اور پھر ان سب حضرات کا ایک ہی دعوت دینا، ایک ہی تعلیم کا پرچار کرنا، اور اس کے لیے انتہائی شدید اذیتیں برداشت کرنا حتیٰ کہ اس راہ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے اس کے علاوہ کوئی ہزار میل مشرق میں تو کوئی ہزار میل مغرب میں، کوئی ہزار سال پہلے تو کوئی ہزار سال بعد، کیا یہ سب محض اتفاق ہی اتفاق ہے؟اس کو اتفاق تو صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کی فطرت مسخ ہو چکی ہو اور عقل کا چراغ گُل ہو گیا ہو۔

توحیدِ باری تعالیٰ:

اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہونے کے بعد سب سے اہم مسئلہ اُس کی وحدانیت پر ایمان ہے جس کے لئے تمام انبیاء علیہم السلام انسانیت کی طرف بھیجے گئے تھے ان سب نے توحید کی دعوت دی ہے، لیکن اس کے باوجود لوگوں نے سب سے زیادہ کوتاہی بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مسئلہ توحید پر عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر دنیا کے پیدا کرنے والے دو یا دو سے زیادہ خدا ہوتے تو دنیا میں کسی بھی چیز کا وجود میں آنا ہرگز ممکن نہیں تھا اور یہ سارا قدرتی کارخانہ بالکل درہم برہم ہو جاتا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ [انبیاء: ۲۲]

"اگر زمین وآسمان میں ایک اللہ کے سوا دوسرے الٰہ بھی ہوتے تو کائنات کا نظام بگڑ جاتا"

کیونکہ ایک الٰہ دنیا پر بارش برسانا چاہتا تو دوسرا پانی کی قلّت پیدا کرنا چاہتا، ایک خدا کسی بندے کو اولاد سے نوازنا چاہتا تو دوسرا اپنے بندے کو بے اولاد رکھنے کا خواہش مند ہوتا اور نتیجتاً ان خداؤں کے درمیان جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رہتا جیسے دنیا کے بادشاہوں کا حال ہے۔ کبھی پہلا دوسرے پر اور کبھی دوسرا پہلے پر غالب آتا، کبھی ایک خدا عرش پر مستوی ہوتا، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

[مومنون: ۹۱]

"ورنہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے، ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا"

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ [بنی اسرائیل: ۴۳،۴۲]

"کہہ دیجیے اگر اللہ واحد کے ساتھ کچھ اور الہ [خدا] ہوتے جیسا کہ مشرک کہتے ہیں تو ایسی حالت میں وہ ضرور خدائے مالکِ عرش کی طرف لڑنے بھڑنے کے لیے راستہ نکالتے۔ تو

پاک اور بلند ہے اللہ اس بات سے جو یہ مشرک کہتے ہیں"۔

بہر حال دنیا کا یہ نظام بغیر کسی فساد و بگاڑ کے جاری و ساری رہنا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی واضح دلیل ہے۔ پس توحید کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات و صفات، اسماء وافعال، حکم و فیصلہ اور قانون میں یکتا وحدہ لاشریک جان کر صرف اُس کی عبادت واطاعت کرنا۔ اور یہی کلمہ طیبہ کے پہلے جز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مفہوم و مقصود ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا، عبادت کے لائق، عالم الغیب، حاضر و ناظر، متصرف، برکات دہندہ، غائبانہ پکاریں سننے والا، ہر جگہ سے ہر حال میں دور ونزدیک سے ہر کسی کو سننے اور دیکھنے والا، عزت و ذلت کا مالک، رکوع، سجدہ، طواف، نذر و نیاز کے لائق، اولاد و برکات دینے والا، بیماری اور تکلیف دور کرنے والا، حاکم اور قانون بنانے والا، حاکمیت اعلیٰ کا حق دار، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں اور ان صفات میں نوری و ناری، خاکی، فرشتہ و جن، انسان، نبی، ولی، بزرگ میں سے کوئی مخلوق اس کا شریک نہیں اور یہی قرآن کا مدعا بھی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ [بقرہ: ۱۶۳]

"اور تم سب کا ایک ہی الٰہ ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے"

شرک کی تعریف:

اشیاء اپنے اضداد سے پہچانی جاتی ہیں۔ معرفتِ توحید حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں شرک کی حقیقت بھی معلوم ہو۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالشِّرْكُ اَنْ يُّثْبَتَ لِغَيْرِاللهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى شَيْئٌ مِنَ الصِّفَاتِ الْمُخْتَصَّةِ بِهٖ

[فوزالکبیر ۲۰]

"شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں سے کوئی صفت غیر اللہ کے لیے ثابت کی جائے"۔

شرک کے معنی صرف یہ نہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مرتبہ و ہم سر قرار دیا جائے،

بلکہ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی کے ساتھ وہ کام یا وہ معاملہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی بلند و بالا ذات کے ساتھ خاص فرمایا اور جس کو عبودیت یعنی بندگی کا شعار بنایا ہے۔ جیسے کسی کے سامنے سجدہ ریز ہونا، کسی کے نام پر قربانی کرنا، نذریں ماننا، مصیبت و تنگی میں کسی سے غائبانہ مدد مانگنا اور یہ سمجھنا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، عالم الغیب ہے، اور اللہ کے سوا کسی اور کو کائنات میں متصرف سمجھا جائے ۔اسی طرح کائنات میں آسمانی برجوں، سیاروں کی تاثیر پر اعتقاد رکھنا، کاہنوں، نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں پر اعتماد کرنا۔ یہ ساری وہ چیزیں ہیں جن سے شرک لازم آتا ہے اور انسان اِس سے مشرک ہو جاتا ہے۔ خواہ اُس کا یہ اعتقاد ہی کیوں نہ ہو کہ انسان، فرشتہ یا جن، نبی یا ولی یا قبر والا جس کے سامنے وہ سجدہ ریز ہو رہا ہے یا جس کے نام پر جانوروں کی قربانی دے رہا ہے، نذریں چڑھا رہا ہے اور جس سے مدد مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے رتبہ اور مقام میں کم ہیں۔ صاف ذہن اور حق کی تلاش کے جذبے کے ساتھ گہرائی سے قرآن پاک کے مطالعے سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کفار اپنے معبودانِ باطلہ کو اللہ تعالیٰ کا بالکل ہم سر اور ہم مرتبہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ ہمارے معبودان مخلوق اور بندے ہیں ۔ان کا کبھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ ان کے معبود، اللہ تعالیٰ سے قدرت وطاقت میں کسی طرح کم نہیں اور وہ اللہ کے ساتھ ایک ہی پلڑے میں ہیں، بلکہ ان کا کفر و شرک تو صرف یہ تھا کہ وہ اپنے معبودانِ باطل کو غائبانہ پکارتے، ان کے نام کی نذریں چڑھاتے اور اُن کے آستانوں پر جانوروں کی قربانی پیش کرتے ، ان کو مشکل کشا، کارساز اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ اور سفارشی سمجھتے تھے ۔ اس لیے ہر وہ شخص جو کسی بھی مخلوق کے ساتھ وہی معاملہ کرے جو کفار و مشرکین اپنے معبودانِ باطلہ کے ساتھ کیا کرتے تھے تو گویا کہ وہ اس کا اقراری ہوا کہ وہ ایک مخلوق اور غیر اللہ کا بندہ ہے اس لیے زمانہ جاہلیت کے بڑے سے بڑے بت پرست مشرک اور اِس شخص میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہی بُت پرستی، آباء پرستی، اکابر پرستی، بزرگ پرستی اور شرک، عالمگیر اور سخت

جاہلیت ہے جو کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں اور یہی نوع انسانی کا وہ قدیم و مہلک ترین مرض ہے جو تاریخِ انسانی کے تمام ادوار، تمدن و معاشرت، معیشت وسیاست اور تعلیم کے تمام تغیرات وانقلابات کے باوجود بھی بندگان خدا پر اپنی گرفت کو مضبوط کر رکھا ہے۔ یہ ہر گز جائز نہیں کہ نئے اصلاحی و دعوتی تقاضوں اور زمانے کی نئی ضرورتوں کے اثر سے تردید شرک کی اہمیت کو کم کر دیا جائے اور دعوت و تبلیغ کے بنیادی اُصولوں میں اس کو ضمنی یا ثانوی حیثیت دے دی جائے، یا سیاسی اطاعت اور انسانوں کے وضع کیے ہوئے کسی نظام و قانون کے قبول کرنے اور غیر اللہ کی عبادت کو اس کے ساتھ ایک ہی درجے میں رکھا جائے یا یہ سمجھ لیا جائے کہ شرک [جاہلیتِ قدیم، جب انسانی ذہن اور علم و تمدن دورِ طفولیت میں تھے] ، کی بیماری وخرابی اور جہالت کی ایک بھدّی اور بھونڈی شکل تھی، جو انسان صرف غیر ترقی یافتہ اور غیر متمدن دور ہی میں اختیار کر سکتا ہے اور اب اس کا دور گزر گیا، اور اب تو انسان بہت ترقی کر چکا ہے، اب اس کا ذہنی انحراف تو صرف نئی نئی ترقی یافتہ شکلوں ہی میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ دعویٰ اور طرزِ فکر، مشاہدے و تجربے اور واقعات کے خلاف بلکہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متصادم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

اَلشِّرْكُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلَةِ السَّوْدَآءِ عَلٰى صَفَاةِ السَّوْدَآءِ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ، (رواہ ابن سنی فی عمل اللیل والنہار) [مسند احمد: ۱۰۵]

"اس امت میں شرک اتنی پوشیدہ انداز میں پھیلے گا جس طرح اندھیری رات میں سیاہ چٹان پر سیاہ چیونٹی کے چلنے کی رفتار ہو"۔

آج بھی شرک اور بت پرستی اعلانیہ طور پر موجود ہے اور تمام اقوام و ممالک، پورے پورے کے ملک بلکہ بہت سے مسلمان تک شرک جلی کے ناسور میں مبتلا ہیں اور قرآن کا یہ اعلان آج بھی صادق ہے کہ :

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ [یوسف:۱۰۶]

"اور ان میں اکثر کا حال یہ ہے کہ خدا پر ایمان نہیں رکھتے مگر اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں"۔

شرک کے اسباب:

عام طور پر معاشرے میں شرک مندرجہ ذیل راستوں سے آتا ہے۔

ا۔ بزرگوں کی تعظیم میں غلو:

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ توحید کے راستے سے ہٹنے اور شرک میں گرفتار ہونے کا سب سے بڑا سبب انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام اور صالحین کی تعظیم میں مبالغہ، انتہا پسندی اور دیوانگی کی حد تک محبت ہے۔ یہی محبت شخصیت پرستی اور یادگار پرستی کی طرف لے جاتی ہے۔ اسی محبت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، رام چند اور کرشن کو بندے سے خدا کا رتبے تک پہنچا دیا اور آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اولیائے کرام کی محبت کے دعوے داروں کا بھی یہی حال ہے۔ حالانکہ یہ لوگ محبت کے شرعی آداب سے واقف ہی نہیں۔ اسی اندھی محبت کو قرآن نے غلو فی الدین کہا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ [نسآء:۱۷۱]

"اے کتاب والو! اپنے دین میں غلو [حد سے تجاوز] مت کرو"

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ [بخاری و مسلم]

"تم میرے مرتبے میں غلو نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے، اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں تو مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی سمجھو"۔

۲۔ صفاتِ الٰہیہ میں شرک:

بعض لوگ ناسمجھی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی صفات الوہیت میں انسانوں کو شریک کردیتے ہیں۔ مثلاًاللہ کی صفت سمیع وبصیر میں مخلوق انبیائے کرام، اولیائے عظام اور اہل قبور کواس صفت میں اس طرح شریک ٹھہرانا کہ وہ ہر جگہ دور ونزدیک سے ہر کسی کو دیکھ اور سن سکتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کے امور میں تصرف اور علم غیب کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیائے کرام، اولیائے عظام، پیر وفقیر، فرشتہ وجن عالم الغیب ہیں، چھپی ہوئی چیز کا علم رکھتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی قوت اور اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جو چاہیں کرسکتے ہیں، جبکہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل البشر اور سید الرسل ہیں کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ [اعراف: ۱۸۸]

"اے پیغمبر ان سے کہہ دیجیے کہ میرے [محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] پاس اپنی ذات کے لیے بھی کسی قسم کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہے، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور [نہ عالم الغیب ہوں کیونکہ] اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لئے بہت سے فائدے حاصل کرلیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا"۔

۳۔ درمیانی واسطے اور وسیلے:

شرک کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب درمیان واسطے اور وسیلے بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک براہ راست پہنچنا تو ممکن نہیں ہم چونکہ گناہگار ہیں اس لیے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے بہت سے وسیلے اور واسطے اختیار کرنے پڑیں گے۔ چنانچہ وہ انبیاء علیہم السلام وصالحین اور اہل قبور کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا واسطہ یا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ بالکل یہی حال مشرکین مکہ کا تھا۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [زمر: ۳]

"ہم اپنے معبودانِ باطلہ کی عبادت اِس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے ہاں مقرب بنادیں"۔

حالانکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [ق:۱۶]

"ہم انسان کو اُن کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں"۔

لہٰذا خالق کائنات تک پہنچنے کے لئے کسی قسم کے درمیانی واسطوں کی ضرورت نہیں۔

۴۔ کشف و کرامات:

بعض لوگوں سے کشف و کرامات صادر ہوتی ہیں ان کی نسبت بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ خود تو الٰہ اور خدا نہیں، لیکن ان میں کچھ نہ کچھ خدائی کا شائبہ ضرور ہے حالانکہ اگر کشف ہی بزرگی کا معیار ہوتا تو جنگ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرشتے اُترتے ہوئے نظر نہیں آرہے تھے جبکہ شیطان فرشتوں کو دیکھ سکتا تھا جس کا ذکر سورۃ انفال آیت نمبر ۴۸ میں ہے۔ اب کیا کوئی مائی کا لال یہ کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ شیطان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں زیادہ بزرگی والا ہے؟ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے کاموں کا کشف نہیں ہوا۔ پس معلوم ہوا کشف و کرامات بزرگی اور ولایت کا معیار نہیں ہیں اور نہ کرامت ولی کا اختیاری فعل ہوتا ہے بلکہ اللہ کا فعل اور اللہ ہی کے ارادہ اور اختیار سے کسی مقبول بندے کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے ولی کو صرف اس کا مظہر قرار دیا جا سکتا ہے۔ عقائد کی کتابوں میں کرامت کی تعریف یوں کی گئی ہے:

هُوَ فِعْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى خَارِقٌ لِلْعَادَةِ يَظْهَرُ عَلٰى يَدِ عَبْدٍ ظَاهِرٍ صَلَاحُهٗ وَتَقْوٰهُ

"کرامت اللہ کا وہ غیر معمولی اور خارقِ عادت فعل ہے جو اس کے کسی بندے کے ہاتھ پر ظاہر ہو جس کی زندگی بالکل اعلانیہ طور پر صلاح و تقویٰ کی زندگی ہو"۔

اگرچہ کراماتِ اولیاء بجائے خود برحق ہیں، لیکن بعض لوگوں نے اس کی حقیقت اور

شرعی حیثیت کو سمجھنے کی بجائے بذاتِ خود اِسے خدائی سمجھ لیا ہے درحقیقت اس کی شرعی حقیقت نہ سمجھنے اور اس کے بارے میں غلط تصور کے سبب ہی لوگ شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔

۵۔ تجسیمِ صفات الٰہیہ یا تشبیہ و تمثیل:

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات میں سے تجسیم کے قائل ہوئے ہیں اوراپنے گمان باطل میں ان کوایک مستقل وجود میں ڈھال دیا ہے یہاں تک کہ ان کے لیے مجسمے تک تراش لیے ہیں، جوکہ بت پرستی کاسبب ہےاور اللہ تعالیٰ کی تمثیل اور تشبیہ کے قائل ہوگئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ [شوری:۱۱]

"اللہ جیسے کوئی نہیں"

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَال [نحل:۷۴]

"اللہ کے لئے مثالیں بیان مت کرو"